شہباز کی سرگذشت

از سید رضا احمد جعفری اکبر آبادی

Taj Tahir Foundation

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہباز کی سرگذشت

(۱)

کہتے ہیں کہ جب اندلس کو ایک بڑے بادشاہ نے فتح کیا تو اسکے عمدہ اخلاق کی وجہ سے اس عہد کے بڑے بڑے علماء فضلاء اور بڑے بڑے دانا لوگ اس کے دربار میں آکر جمع ہو گئے ۔ یہ لوگ اکثر بادشاہ کو اپنے زمانے کے مشہور آدمیوں اور آثار قدیمہ اور دیگر عجیب و غریب چیزوں کے دلچسپ حالات سنایا کرتے تھے ۔ جن کو سنکر بادشاہ بہت خوش ہوتا تھا ۔

ایک دن بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا ایک بہت بوڑھے عالم سے اسی قسم کی باتیں سُن رہا تھا ۔ بوڑھے نے باتوں ہی باتوں میں یہ بھی ذکر کیا کہ :-

اندلس کے میدانوں میں مغرب کی جانب بحر ظلمات کے قریب ایک تانبے کا شہر بنا ہوا ہے ۔ جو اپنی خوبصورتی اور بیشمار دولت کے لحاظ سے نادر الوجود ہے ۔ یوں تو اس شہر میں جو چیز ہے وہ عجیب اور بے مثل ہے ہی ۔ مگر سب سے عجیب شئے وہاں ایک ہیروں کا تاج ہے ۔ جو اس شہر کے ایک عالیشان سونے کے محل کی چوٹی پر رکھا ہوا ہے ۔ اسکے ہیرے چمک دمک میں آفتاب و مہتاب کی روشنی کو مات کرتے ہیں ۔ اس شہر میں اسی تاج کے ہیروں کی روشنی پھیلی رہتی ہے ۔ اس شہر میں داخل ہو کر دیکھو تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا محل پر کوئی رنگین چاند یا سورج کھڑا ہے اور اسکی رنگین کرنیں تمام شہر کو منوّر کر رہی ہیں ۔

اس شہر کے بنانے والے نے اختیار دیدیا ہے کہ جو کوئی عقلمند جوان مرد اس شہر میں داخل ہو کر اس تاج کو محل پر سے اتار کر اپنے سر پر رکھ لے تو وہی اس شہر کا بادشاہ ہے ۔ مگر آج تک کوئی اس شہر میں داخل ہو کر اسکو اندر سے دیکھ بھی نہیں سکا ۔

بادشاہ بولا پھر تم نے اس شہر کو کیسے دیکھا ۔ تم نے تو اسکی ایسی تعریف کی ہے گویا وہ تم نے بچشم خود دیکھا ہے ۔ ؟

Taj Tahir Foundation

اس بوڑھے نے جواب دیا کہ "حضور! وہ شہر نہ ہم نے دیکھا اور نہ ہمارے باپ دادا نے - بلکہ سیکڑوں برس گذرے - کہ جس نے وہ شہر بنایا تھا - اس نے صرف ایک شخص کو وہ شہر اللہ سے دکھایا تھا - اس نے آکر اس کے حالات دوسروں کو سنائے - جنہوں نے سنے - انہوں نے اور دوسروں کو سنائے + رفتہ رفتہ اس عجیب وغریب شہر کے حالات اس زمانے میں زبان زد ہر خاص وعام ہوگئے تو پھر اس زمانے کے لوگ سلسلہ بسلسلہ اپنی اولادوں کو سناتے آئے + اسی طرح ہمارے بزرگ بھی اپنی اولادوں کو سناتے چلے آئے چنانچہ میں نے اس شہر کے حالات وغیرہ اپنے والد مرحوم کی زبانی سنے تھے +!

بادشاہ کو اس عجیب شہر اور ہیروں کے تاج کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا - اور کہنے لگا کہ "اس شہر کو تلاش کرواکر ضرور دیکھنا چاہیے" +

اس بادشاہ کا ایک حد خوبصورت شہزادہ تھا - جس کا نام "شہباز" تھا - مگر جیسا وہ خوبصورت تھا - ویسا ہی وہ دل کا برا بھی تھا - ہر وقت شرارتوں اور برائیوں پر کمر باندھے رہتا تھا + جب بادشاہ کسی مہم وغیرہ پر اپنے ملک سے باہر جاتا اور ملک کا انتظام شہباز کے ہاتھ میں دے جاتا تو وہ ایسی بری طرح حکومت کرتا کہ کئی دفعہ بغاوت ہوتے ہوتے رہ گئی - غصہ میں ذرا ذرا سے قصور پر لوگوں کو شکنجے میں کسوانا قتل کروادینا اور قید کروادینا تو اسکا معمولی کام تھا + جب وہ اپنے عیش وآرام میں ملک کا سارا خزانہ برباد کردیتا تو وہ دوسرے لوگوں کا روپیہ پیسہ زبردستی چھین لیتا - یہاں تک غریبوں تک کو دانہ پانی کا محتاج کردیتا تھا + غرض اسکے اس طریق حکومت اسکی اس بد اخلاقی اور بد مزاجی سے اس کے دربار کے تمام امیر وزیر تنگ رہتے اور جب بادشاہ واپس آتا تو وہ اس سے شہباز کی شکائیوں پر شکایت کرتے تھے + بادشاہ کو بہت سخت افسوس ہوتا اور وہ دل میں کہتا کہ ابھی سے اسکی اس بدمزاجی اور غصہ کا یہ حال ہے تو آگے اسکا کیا انجام ہے اور میرے بعد کیسے حکومت کریگا"+

شہزادہ شہباز جیسے اپنی بدمزاجی اور دیگر برائیوں کی وجہ سے ملک بھر میں رسوا تھا - ویسے ہی اسکی خوبصورتی بھی اسکے ملک میں ہی نہیں - بلکہ دیگر ممالک میں بھی بہت کچھ شہرت پکڑ چکی تھی +

ایک دن بادشاہ کے دربار میں شاہ چین کا ایک سفیر آیا + جب اس نے شہباز کو دیکھا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ حضور میں نے اپنے وطن میں آپکے شہزادے کی خوبصورتی کی تعریف سنی تھی - لیکن مجھے یقین نہ آیا تھا - کیونکہ میں جانتا تھا کہ شاہ چین کے ولیعہد سے زیادہ دنیا میں کوئی خوبصورت نہیں ہو سکتا - اب معلوم ہوا کہ دنیا میں دوسرا آدمی سب سے خوبصورت آپکے شہزادے ہیں +

Taj Tahir Foundation

یہ سنکر شہزادہ شہباز کے دل میں شاہ چین کے ولیعہد کی طرف سے حسد کی آگ بھڑک اٹھی + وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ "دنیا میں مجھ سے زیادہ خوبصورت اور کون ہو سکتا ہے۔ اگر واقعی میں شاہ چین کا ولیعہد میری برابر یا مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے تو ضرور میں اسکو دنیا سے نکالوں گا۔ اور سوائے اپنے کو اور کسی دوسرے آدمی کو خوبصورتی میں دنیا میں مشہور نہ ہونے دوں گا"+

اب سنئے۔ بادشاہ نے شہباز کو بلایا اور اس سے کہا کہ "تم مع لشکر کے اندلس کے میدانوں میں جاؤ اور تانبے کے شہر کو تلاش کر کے اسکے عجائب وغرائب سے ہمیں مطلع کرو۔ پھر ہم اسکو دیکھنے آئیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ بہت کوشش سے تلاش کرنا جب ہی ملیگا +

بادشاہ کا یہ حکم سنکر شہباز کے سناٹا آگیا۔ کیونکہ اُس نے اس عالم کی زبانی یہ بھی سنا تھا کہ انجان آدمی کے لئے اُسکا تلاش کرنا نہایت اہم ہے۔ پھر بھی اسکے ملنے کی قوی امید نہیں" شہباز نے سوچا کہ اگر میں نے باپ کے حکم سے ذرا بھی منہ موڑا تو ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنے ملک سے نکال دیں اور ولیعہدی سے محروم کردیں۔ کیونکہ میرے وہ مجھ سے ناراض تو رہتے ہی ہیں + اگر تانبے کے شہر کا وجود دنیا میں ہے تو وہ ضرور محنت اور تلاش سے ملیگا کیونکہ مثل مشہور ہے کہ "جوئندہ یابندہ" + دوسرے اسی سلسلہ میں شاہ چین کے ولیعہد کو بھی مار ڈالنے کا موقع مل جائیگا۔ یعنی وہیں کسی دوسرے راستے سے تانبے کا شہر تلاش کرنے کے بعد ملک چین کی طرف روانہ ہو جاؤں گا
یہ سوچکر شہزادہ شہباز مع ایک لشکر جرار کے تانبے کے شہر کی تلاش میں روانہ ہو گیا +

بڑے بڑے جنگلوں اور خطرناک بنوں، پیچ در پیچ راستوں سے گذرتا ہوا اور بڑے بڑے دریاؤں کو پار کرتا ہوا اور ہموار ناہموار پہاڑوں پر سے اترتا اور چڑھتا ہوا اندلس کے میدانوں میں آ پہنچا + آٹھ دس دن تک مع لشکر کے وہ اندلس کے میدانوں میں پھرتا رہا۔ مگر تانبے کا شہر اسکو نہ ملا۔ اور وہیں کسی جگہ اپنا پڑاؤ ڈالدیا +

لشکر کا سردار شہباز سے کہنے لگا کہ "حضور! اس شہر کا ملنا نہایت مشکل ہے اور قریب قریب ناممکن! آپ یہاں سے واپس چلیں"! شہباز نے جواب دیا کہ "واہ ابھی سے ہی ہمت ہار گئے۔ ابھی اسکو اچھی طرح تلاش ہی کہاں کیا ہے جو ملتا +" دو تین دن آرام کر کے شہباز مع لشکر کے پھر تانبے کے شہر کی تلاش میں چل کھڑا ہوا مہینہ بھر تک وہ اور اسکے ہمراہی اندلس کے بڑے بڑے لق دق میدانوں میں پھرتے رہے۔ اور جان توڑ کر اس شہر کو تلاش کرتے رہے۔ وہ سب تھک کر چور چور ہو گئے۔ مگر اسکا کہیں پتہ نشان نہ ملا + شہباز

Taj Tahir Foundation

مع لشکر کے وہیں ایک جگہ بیٹھ گیا۔ سب سوچنے لگے کہ "کیا کریں کیا نہ کریں" + آخر مایوس ہوکر اندلس واپس چلنے کا ارادہ کرلیا +

(۲)

یکایک شہباز کو ایک بہت موٹا تازہ ہرن دوڑتا ہوا نظر آیا۔ اسکو وہ بہت ہی اچھا لگا۔ اور اپنے لشکر کے آدمیوں سے کہکر کہ "میں اسکو زندہ پکڑ کر لاتا ہوں" گھوڑے پر سوار ہوکر اسکے پیچھے ہولیا حالانکہ وہ اپنے گھوڑے کو ہرن کے پیچھے اس تیزی سے دوڑا رہا تھا کہ زمین اسکو گھومتی ہوئی نظر آنے لگی مگر ہرن اس قدر تیز اور مضبوط تھا کہ وہ چشم زدن میں شہباز کی نظروں سے غائب ہوگیا + شہباز نے ناامید ہوکر گھوڑے کی چال دھیمی کرلی۔ چونکہ گھوڑا بہت ہانپ رہا تھا۔ اس لئے وہ اس پر سے اتر پڑا۔ اور آہستہ آہستہ اسکو ہانکتا ہوا اپنے جائے مقام کی طرف چلدیا +

راستے میں اسکو ایک خوبصورت پھولوں کا ہار نظر پڑا۔ جس کی خوشبو سے اسکا دماغ مہک اٹھا۔ شہباز نے خوش ہوکر اٹھالیا۔ اور سونگھنے لگا۔ دل میں اس کی خوشبو کی تعریف کرکے اسکو رومال میں لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور چلنے کے واسطے قدم اٹھانے کو تھا کہ وہاں ایک جوان عورت سر پر ٹوکری رکھے ہوئے جس میں بہت سارے پھولوں کے ہار گجرے رکھے تھے۔ ادھر ادھر زمین پر نظریں دوڑاتی ہوئی آئی۔ جیسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی چیز کی تلاش میں ہے + اسکی آنکھوں سے آنسو بھی نکل رہے تھے۔ شہباز وہیں کھڑا رہا۔ جب وہ عورت زمین پر نگاہ کرتی ہوئی اسکے قریب آئی تو وہ اس سے پوچھنے لگی کہ "میاں صاحبزادے تمہارا کیا نام ہے۔ تمہیں یہاں کوئی پھولوں کا ہار تو نہیں ملا" شہباز نے جواب میں سر ہلادیا یعنی نہیں اٹھایا۔ وہ عورت اسکا جواب پاکر جلدی سے آنسو پونچھتی ہوئی آگے بڑھی۔ شہباز دل میں ہنسکر کہنے لگا کہ گو یہ عورت پھولوں کے ایک ہار کے پیچھے رو رہی ہے۔ اسنے ہنسی کو منہ میں دباکر اس عورت سے پوچھا کہ "وہ پھولوں کا ہار ایسا کونسا قیمتی تھا۔ جسکے گم ہوجانے سے تم اسکو روتی ہوئی تلاش کر رہی ہو" عورت نے جواب دیا کہ ہاں کوئی قیمتی تو نہ تھا۔ لیکن مجھ پر مار ایسی ہی پڑے گی کہ گویا میں نے ان کی کوئی قیمتی ہی چیز کھودی ہے +"

شہباز۔ "کون مارے گا"؟

عورت۔ میرا آقا +!

Taj Tahir Foundation

شہباز۔ "کون ہے تمہارا آقا۔ اور اسکے یہاں تم کیا کام کرتی ہو"؟

عورت۔ "میرا مالک ایک امیر آدمی ہے۔ جسکا سفید عالیشان محل وہ سامنے نظر آرہا ہے اسکو پھولوں کا بہت شوق ہے۔ اسلئے اُس نے صرف پھولوں کے دو باغ لگوا رکھے ہیں۔ ایک تو اسکے محل کے برابر ہی ہے دوسرا یہاں سے کچھ دور ہے۔ اور میں ان دونوں باغوں کی مالن ہوں۔ آج اس دوسرے باغ میں سے حسب معمول پھول چُنکر اور ان کے ہار گوندھکر اسکے یہاں لئے جا رہی تھی کہ اس ٹوکری میں سے ایک ہار معلوم کہاں گر پڑا۔ اب وہ ایک ہار کم دیکھے گا تو مجھے بہت مارے گا"۔ یہ کہکر وہ رونے لگی۔

شہباز نے دل میں سوچا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ اس شاداب اور خوشبودار پھولوں کے ہار کو نہ دوں مگر یہ صرف دو تین دن بہار دکھا کر مرجھا جائیگا۔ اور ان دو تین دن میں اس ہار سے جو میرا دل خوش ہوگا اسکے پیچھے اس بیچاری مالن پر مفت میں مار پڑے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اس ہار کو واپس کر دینا چاہئے۔ ہرن کے پیچھے دوڑنے کی وجہ سے اسکا حلق سوکھ گیا تھا۔ اسکو بڑی شدت کی پیاس لگ رہی تھی۔ اس وقت اسکا ایسا جی چاہ رہا تھا کہ کہیں سے ابھی ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پی لوں۔ کیونکہ اسکا جائے مقام ابھی وہاں سے کچھ دور تھا۔

شہباز نے ہنسکر جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے مالن سے کہا کہ اگر تمہارا ہار مل جائے تو مجھے اسکے ملنے کی خوشی میں ابھی اپنے یہاں سے پانی لاکر پلا دوگی"؟ مالن نے جواب دیا کہ "کیوں نہیں"۔ شہباز نے جیب میں سے ہار نکالکر اسکو دیدیا اور کہنے لگا کہ "معاف کرنا میں تم سے پہلے جھوٹ بولا"! شہباز کی عمر میں یہ پہلی نیکی تھی۔ جو اُس نے اُس وقت اُس مالن کے ساتھ کی تھی۔ مالن ہار پا کر بہت خوش ہوئی اور شہباز سے کہنے لگی کہ "میرے ساتھ آئیے۔ باغ کے کنویں میں سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی آپکو پلاؤنگی"۔

شہباز اسکے ساتھ ہو لیا۔ باغ نہایت خوبصورت اور شاداب تھا۔ خوشبودار پھولوں کے پودوں سے باغ کی تمام زمین لدی ہوئی تھی۔ کئی فوارے چھوٹ رہے تھے۔ کئی سنگ مرمر کی حوضیں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں رنگ برنگ کی ننھی ننھی مچھلیاں تیرتی پھر رہی تھیں۔ روشوں پر ایک بہت بوڑھی عورت جسکی بھنویں تک سفید تھیں۔ گردن جھکائے اکیلی چہل قدمی کر رہی تھی۔ وہ شہباز کو دیکھکر وہیں کھڑی ہوگئی۔ اسکو بڑے تعجب سے دیکھنے لگی۔ اور دل میں اسکی خوبصورتی کی

Taj Tahir Foundation

تعریف کرنے لگی +

جب مالن نے کنویں میں سے پانی کھینچکر شہباز کو پلادیا تو بوڑھی عورت نے جس کا نام چمن افروز تھا اور اس باغ و محل کے مالک امیر کی بیوی تھی - مالن سے پوچھا کہ "یہ لڑکا کون ہے"؟

مالن - "حضور کوئی مسافر ہیں"!

چمن افروز - (شہباز سے) "کیوں بھئی تم کس کے لڑکے - اور کس طرف سے آرہے ہو"؟

شہباز - (سلام کرکے) "میں اندلس کے بادشاہ سکار کا ہوں اور وہیں اندلس سے آیا ہوں"!

چمن افروز - "اوہو! آپ شاہ اندلس کے لڑکے ہیں - معاف فرمائیگا - میں نے آپکو معمولی آدمی سمجھ کر آپ سے گفتگو کی - اب کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں"؟

شہباز - "وہیں اندلس واپس جانیکا قصد ہے"!

چمن افروز - "اسکے غیر محدود بیابان میدان میں آپ نے کیوں قدم رنجہ فرمایا"؟

شہباز - "کیا بتاؤں ...."

چمن افروز (بات کاٹکر) "چلئے اندر چلکر بیٹھئے"!

شہباز - "نہیں میں جاتا ہوں - میرے لشکر کے آدمی میرے منتظر ہوں گے"؟

چمن افروز - "کہاں ہے آپ کا لشکر"؟

شہباز - "یہاں سے کچھ دور ایک اونچے ٹیلے پر پڑا ہوا ہے"-

چمن افروز - "آپ اگر مع لشکر کے میرے یہاں مہمان رہکر میری عزت افزائی فرمائیں تو میں آپ کی بہت شکر گذار ہوں گی - دو تین ہفتے نہ تو تین چار دن ہی سہی"+

شہباز - (کچھ سوچکر اور ہنسکر) "اچھی بات ہے - اچھا میں اپنے لشکر کو یہاں بلا لاؤں"؟

چمن افروز - "نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے میرے نوکر کو بھیجکر بلوا لیجئے"+

یہ کہکر اس نے "ٹالی ٹالی" کہکر آواز دی - اس کی آواز سنتے ہی ایک ادھیڑ عمر کا آدمی محل کے دروازے سے جو باغ کے اندر تھا نکلا - ہاتھ باندھکر چمن افروز کے سامنے اسکے حکم کے انتظار میں کھڑا ہوگیا + چمن افروز نے اس کو حکم دیا کہ "دیکھو ٹالی! یہاں سے کچھ دور ایک اونچے ٹیلے پر ان شہزادے صاحب کا لشکر پڑا ہوا ہے - اس سے جاکر کہو کہ تمہارا شہزادہ مع لشکر کے ایک

Taj Tahir Foundation

امیر کے یہاں مہمان ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ وہیں چلئے" ٹالی یہ حکم سنکر باغ سے باہر چلا گیا۔ اور چمن افروز شہباز کو لیکر محل کے اندر ایک بڑے کمرے میں آگئی +

کمرے میں سنگ مرمر کا فرش ہو رہا تھا۔ چھت میں خوبصورت شیشے کے فانوس لٹک رہے تھے طاقوں میں بلور کے گلدستے دان جن میں شاداب خوشبودار پھولوں کے گلدستے رکھے ہوئے تھے نہایت قرینے سے رکھے ہوئے بہت ہی خوشنما معلوم ہو رہے تھے۔ غرض کمرہ نہایت آراستہ تھا۔ بیچ میں ایک بڑا تخت جس پر قالین بچھا تھا۔ رکھا تھا + چمن افروز اس پر بیٹھ گئی اور شہباز کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا +

چمن افروز۔ "مجھے اس بات پر سخت تعجب ہو رہا ہے کہ آپ یہاں اندلس کے لق و دق میدانوں میں مع لشکر کیوں تشریف لائے۔ اور پھر یہاں سے کیوں واپس جا رہے ہیں"+

شہباز۔ "اچھا سنئے۔ ابھی آپ کا تعجب رفع ہوا جاتا ہے۔ میرے والد نے مجھے یہاں مع لشکر کے تانبے کا شہر تلاش کرنے بھیجا ہے۔ ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ اس کو تلاش کرتے ہوئے ہو گیا ہے۔ اندلس کے بڑے بڑے میدانوں کی خاک چھان ڈالی۔ مگر اس کا کہیں پتہ نہ ملا۔ میرے خیال میں شاید تانبے کے شہر کا دنیا میں وجود ہی نہیں ہے یا پرانے عالموں نے یوں ہی جھوٹ موٹ مشہور کر دیا ہے" چمن افروز کہنے لگی کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز بھی ہے۔ کہ جس کا وجود نہ ہو اور پرانے عالم فاضل لوگوں نے اسکو مشہور کر دیا ہو۔ انہیں ایسا جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی +

شہباز۔ "تو کیا دنیا میں تانبے کا شہر موجود ہے"؟

چمن افروز۔ "بیشک موجود ہے"!

شہباز۔ "پھر مجھے ملا کیوں نہیں؟ میں نے تو اندلس کے تمام بڑے بڑے میدان چھان مارے۔ اگر ہوتا تو ملتا نہیں"؟

چمن افروز۔ "اندلس کے میدانوں کو آپ نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ اگر آپ ان میدانوں میں سال بھر تک بھی گھومتے رہئے تو آپ جب بھی ان کی حد کو نہیں پہنچ سکتے۔ تانبے کا شہر یہاں سے بہت دور ہے۔ جب تک اسکا پتہ کسی کو نہ معلوم ہو۔ وہ ہرگز نہیں ملسکتا +

شہباز۔ (ہنسکر) "بہت خوب! اچھا آپکو اس کا پتہ معلوم ہے"؟

چمن افروز۔ "ہاں معلوم ہے"!

شہباز۔ "اگر آپ اسکا پتہ مجھے بتا دیں تو بڑی مہربانی ہوگی"!

Taj Tahir Foundation

چمن افروز ۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے والد کو تم سے کچھ محبت نہیں ہے جو انہوں نے آپکو ایسے سخت
مشکل کام کو انجام دینے اتنے دور بھیجا ہے"! یہ سنکر شہباز نے شرم سے سر جھکا لیا + پھر کہنے لگا۔
"نہیں محبت کیوں نہیں ہے ۔ انکو تانبے کا شہر دیکھنے کا بہت شوق ہے ۔ اور انکی ایسی شوق کی چیز کو
سوائے ان کے بیٹے کے اور کون ایسی محنت اور ہمدردی سے تلاش کر سکتا ہے ۔ اگر میرے والد میری
بجائے کسی اور کو اس کام کو انجام دینے کے لئے روانہ کرتے تو وہ اندلس کے میدان میں داخل ہوتے
ہی اور پہلی تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہوتے ہی فوراً واپس چلا آتا"+

چمن افروز اسکے اس جواب سے خوش ہوکر بولی کہ "میں نے آج تک تانبے کے شہر کا پتہ کسی کو نہیں
بتایا ہے ۔ مگر چونکہ تم میرے مہمان ہو اور مجھے تمہاری دلشکنی منظور نہیں ہے ۔ دوسرے میں تم سے اس بات سے
خوش ہوں کہ تم اپنے باپ کے حکم سے ایسے مشکل کام کو انجام دینے آئے ہو ۔ اس لئے میں تمہیں اس شہر کا پتہ
وغیرہ ایک شرط پر بتا دوں گی ۔ اطمینان رکھو ۔ ابھی تم یہاں آرام کرو ۔ کل پرسوں اس شرط کو بتاؤں گی
جب تم اس شرط کو پوری کردو گے تو تمہیں تانبے کے شہر کا پتہ بتا دوں گی + مگر میری شرط پوری کرنے کے لئے
ہمت و بہادری کی سخت ضرورت ہے"!

شہباز ۔ "آپ میری بہادری کی کوئی حقیقت نہ پوچھئے ۔ میں اگر میرے سامنے دس شیر بھی آجائیں
تو میں بالکل نہ ڈروں گا ۔ اور تلوار سے ان کو وہیں مار گراؤں گا"

چمن افروز ۔ "بےشک بہادر ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ مگر بہادری صرف اسی کا نام نہیں ہے کہ شیروں کو مار گرایا
چیتوں کو قابو میں کرلیا + بہادر اسکو بھی کہتے ہیں جو مصیبتوں اور تکلیفوں کے وقت صبر سے کام لے
اور اپنی ہمت و بہادری سے ان کو برداشت کرے ۔ مگر مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ کسی قسم کی بہادری کا کام کر سکیں +

شہباز ۔ "جناب میں آپکو کیسے یقین دلاؤں کہ میں ہر قسم کی بہادری میں پورا ہوں"!

چمن افروز ۔ "یوں تو انسان اپنی بابت کہا ہی کرتا ہے کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں" لیکن عمل کے
وقت اسکی ساری باتیں اور شیخیاں تار عنکبوت سے بھی کچی نکلتی ہیں + اچھا اپنی بہادری سے میری
شرط کو پوری کرنا" اس نے اپنی بیٹی گلشن کو آواز دی +

تھوڑی دیر میں ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی تتلی کی طرح کمرے میں داخل ہوئی

Taj Tahir Foundation

اور چمن افروز سے کہنے لگی کیا ہے "بی اماں" -؟

چمن افروز - (گلشن سے) دیکھو یہ شہزادہ ہمارے مہمان ہیں - ان کو محل وغیرہ کی سیر کراؤ - میں مہمانوں کا انتظام کرنے جاتی ہوں "! گلشن ایسے خوبصورت شہزادہ کو دیکھکر مبہوت ہوگئی - دل میں کہنے لگی کہ میں تو دنیا میں سرخاب[ا] کو سب سے زیادہ خوبصورت جانتی تھی - یہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے"۔

گلشن نے نہایت فخر سے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو باہر لیگئی - شہباز گلشن کے ساتھ باہر صحن میں آیا - وہاں بڑی خوبصورتی اور قرینے کے ساتھ برابر برابر رنگ برنگ کے گملے رکھے ہوئے تھے - جن میں پھولوں کے پودے ہوا سے لہراتے ہوئے عجب دے رہے تھے - دیواروں پر خوبصورت پھولدار بیلیں چڑھی ہوئی تھیں تمام کمرے دالان سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے - ان سب پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔

اتنے میں وہی مالن پھولوں سے ہاروں کی ٹوکری اندر لائی - گلشن نے اس ٹوکری میں سے ایک ہار نکال کر شہباز کے گلے میں پہنا دیا - جس کی بھینی بھینی خوشبو سے اس کا دماغ معطر ہوگیا - شہباز گلشن کے ہاتھ سے ہار پہننے سے بہت خوش ہوا - اور اسکا شکریہ ادا کیا - پھر اسکے ساتھ ایک کمرے کی چھت پر چڑھ گیا - جس کے اوپر سے اندلس کے بڑے بڑے میدانوں کا دلچسپ نظارہ دکھائی دیتا تھا۔

تھوڑی دیر سیر کرنے کے بعد چھت پر سے اتر آیا - اور گلشن کے ساتھ اسکے کمرے میں چلا گیا - ایک مسہری پر لیٹ گیا - اتنے میں ایک نوکرانی ایک زر نگار کشتی میں کچھ میوہ اور دو شیشوں کے گلاس میں شربت لائی - شہباز اور گلشن نے ملکر وہ میوہ کھایا اور دونوں میں یوں باتیں شروع ہوئیں:-

گلشن - "آپ کہاں کے شہزادے ہیں"؟

شہباز - "میں شاہ اندلس کا لڑکا ہوں"۔

گلشن - "چشم بد دور! میں دنیا میں تو شاہ چین کے شہزادے سرخاب کو سب سے زیادہ خوبصورت جانتی تھی - لیکن اسی کے برابر اب آپ کو خوبصورت دیکھا ہے"۔

شہباز - (ہنسکر) اچھا انکی شادی ہوگئی"؟

گلشن - "نہیں ابھی نہیں - اب ہو جائیگی"؟

[ا] شاہ چین کے ولیعہد کا نام تھا - جس سے شہباز جلتا تھا۔ ۱۲

شہباز ۔ "کس کے ساتھ ہوگی" ؟

گلشن ۔ "اسی شاہ چین کے ولیعہد سرخاب کے ساتھ ۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا تھا"۔

شہزادہ شہباز یہ سنکر آگ بگولا ہو گیا ۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ شاید گلشن کی منگنی ابھی ہوئی نہیں ہے ۔ اسلئے یہ جو مجھ سے ایسی محبت سے پیش آرہی ہے اور میری خوبصورتی کی تعریف کر رہی ہے ۔ تو اسکا مطلب اور اسکی خواہش میرے ساتھ شادی کرنے کی ہے ۔ اب وہ اپنے دل میں افسوس کرنے لگا کہ "افوہ سرخاب اتنا خوبصورت ہے کہ تمام جہان میں مشہور و معروف ہے اور ایسا خوش قسمت کہ اسکی شادی اس پریزاد کے ساتھ ہوگی"۔ اب اس نے اپنے دل میں پکا عہد کر لیا کہ میں ضرور سرخاب کو ملک عدم پہنچا کر اس کے ساتھ اپنی شادی کروں گا ۔ خواہ اس مہم میں میری جان ہی کیوں نہ کام آئے ۔

جب وہ دونوں میوہ کھا چکے تو گلشن نے ایک گلاس اٹھا کر شہزادہ شہباز کو دیا اور دوسرا اپنے منہ سے لگا لیا ۔ شہزادہ شہباز نے ایسا شیریں اور خوشبودار شربت عمر بھر میں کبھی نہ پیا تھا ۔ شہباز کے جسم کو جوں ہی آرام پہنچا ۔ تو اس پر نیند نے غلبہ کیا اور آنکھ سے اونگھ سی آنے لگی ۔ گلشن بولی "آپ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ تھوڑی دیر کے واسطے سو جائیے ۔ دو گھنٹہ بعد ہمارے یہاں جشن ہوگا ۔ جب میں آپکو بیدار کر دوں گی"۔

شہباز دوسری مسہری پر لیٹ گیا ۔ جس پر نرم نرم گدے بچھے ہوئے تھے اور اس کے اردگرد چار ریشمی تکئے رکھے تھے ۔ تھوڑی دیر میں محو خواب ہو گیا ۔

قریب دو گھنٹے بعد شہباز خود ہی اٹھ بیٹھا ۔ گلشن اسکو ایک بڑے کمرے میں لے گئی ۔ جہاں ناچ ہو رہا تھا ۔ دن چھپے ناچ ختم ہوا ۔ شہباز کھانا کھا کر اس کمرے میں سونے کے لئے چلا گیا جو اسکو بتایا گیا تھا ۔

(۳)

نصف شب کے قریب شہزادہ شہباز کو پیاس لگی ۔ اس نے بڈھے غلام کو جو صرف اسی کی خدمت کے لئے مامور کیا گیا تھا ۔ پانی لانے کا حکم دیا ۔ غلام ایک شیشے کے گلاس میں پانی لیکر کمرے میں آیا ۔

Taj Tahir Foundation

نیند میں تو بیچارہ ہو ہی رہا تھا کہ اتفاق سے کمرے کی چوکھٹ کی ٹھوکر لگی اور وہ اوندھے منہ زمین پر آگرا - گلاس چور چور ہوگیا + شہباز کو تو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آہی جاتا تھا - جھٹ ٹینٹوا پکڑ کر گرم گرم دس بارہ تھپڑ اسکی پیٹھ میں جمادے + جس سے وہ بیچارہ وہیں ایک چیخ مار کر ٹھنڈا ہوگیا - اور خود لمبی تان کر اپنی مسہری پر لیٹ گیا + تھوڑی دیر میں وہ پھر گہری نیند لینے لگا + تو اُسے خواب میں ایک آبادی نظر آئی + شہباز اس آبادی کی طرف چل پڑا - چلتے چلتے ایک باغ کے قریب آیا + وہ خوش ہوکر اس میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ پھاٹک کے دربان نے روکا اور کہنے لگا کہ یہ پریوں کا باغ ہے - اس میں کسی انسان کے داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے +

شہباز پریوں کی بابت سنا تو کرتا تھا کہ وہ ایسی ہوتی ہیں اور ویسی + مگر اُسکے دیکھنے میں کبھی نہ آئی تھیں + اس لئے پریوں کے دیکھنے کے شوق میں دربان سے باغ میں لیجانے کے لئے بہت منت و خوشامد کی - مگر سب بے سود + جب شہباز اسکے بہت پیچھے پڑا - تو دربان نے کہا کہ "اپنے یہ تمام زریں کپڑے مجھے دیدو - ورنہ یہاں سے ابھی دم چلتے بنو" شہباز تو پریوں کے دیکھنے کے لئے بیتاب تھا - اس نے اپنے کپڑے اتار کر دربان کو دیدئے اور باغ کے اندر چلا گیا +

شہزادہ شہباز باغ کی پر لطف سیر کرتا ہوا چلا جارہا تھا کہ اُسے ایک عالیشان عمارت نظر آئی شہباز بے دھڑک اسکے اندر داخل ہوگیا + کیا دیکھتا ہے کہ اس محل سرا میں جتنے کمرے ہیں سب میں تالے پڑے ہوئے ہیں - اور وہاں کوئی چڑیا کا بچہ تک نہیں ہے - اسکو سخت تعجب ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ پریاں مجھے نہ باغ میں نظر آئیں اور نہ یہاں کہیں نظر آتی ہیں - شاید دربان نے کپڑے ٹھگنے کے لئے یوں ہی بہکا دیا ہے + اُس نے تالوں کے کھولنے کی بہت کوشش کی - اُن کو بہت جھنجوڑا اور پتھر سے توڑا - لیکن تالے ٹس سے مس نہ ہوئے + آخر کار تھک کر بیٹھ گیا + یکایک طاق میں کنجیوں کا ایک گچھا رکھا ہوا نظر آیا + خوشی سے اُچھل پڑا + اور جلدی سے ایک کمرے کے تالے کو کھولا اور اس میں داخل ہوا - پھر یکلخت مسرت سے اُچھل پڑا اور اسکی آنکھیں چمک اٹھیں + اس میں نہایت عمدہ لذیذ کھانے ہر قسم کے میوے مٹھائیاں کشتیوں میں چنے ہوئے رکھے تھے + دوسرے کمرے کو کھولا تو اس میں بڑے بڑے آبنوس کے تخت چوکیاں کپڑے اور بہت سا سامان رکھا ہوا تھا +

اس نے کھانے کے کمرے جاکر خوب پیٹ بھر کر میوے مٹھائیاں اڑائیں + تھوڑی دیر بعد آرام کرکے

Taj Tahir Foundation

تیسرے کمرے کو کھولا تو اس میں ایک پری بیٹھی آنسو بہا رہی تھی ۔ شہباز اس کو متحیر ہو کر بہت دیر تک دیکھا کیا ۔ اور دل میں کہنے لگا اب پری کے دیکھنے کی میری آرزو پوری ہوگئی +

وہ پری اس سے کہنے لگی کہ آپ کون ہیں ۔ کیا آپکو اپنی جان عزیز نہیں ہے ۔ جو آپ یہاں آئے ہیں " شہباز نے جواب دیا " میں انسان ہوں اور ہوں کون ؟ یہاں کون رہتا ہے جو میری جان کی خیر نہیں ۔ پری نے کہا " یہ محل ہمارا ہے ۔ میرا باپ دیو آدمیوں کا جانی دشمن ہے ۔ تم اسکے محل میں بغیر اجازت آئے اور چوری سے تم نے کمرے کھولکر غالباً کھانا وغیرہ بھی کھایا ہے ۔ اس لئے معلوم وہ تمہارا کیا حال کرے ۔ بہتر یہ ہے کہ ابھی تم یہاں سے چلے جاؤ " شہباز نے کہا " اچھا میں جاتا ہوں یہ تو بتا دو کہ تم اس کمرے میں بند بیٹھی آنسو کیوں بہا رہی ہو " پری نے جواب دیا کہ میں نے شرارت کی تھی تو میرے باپ دیو نے مجھے اس کمرے میں بند کر دیا + یہ باتیں دونوں میں ہو رہی تھیں کہ شہباز کو یکایک کچھ اندھیرا سا معلوم ہوا ۔ اس نے گھبرا کر پیچھے جو دیکھا تو ایک دیو کھڑا ہوا تھا ۔ دیو اپنے گھر میں ایک آدمی کو دیکھکر غصہ میں اس زور زور سے دہاڑنے لگا کہ محل کے تمام در و دیوار ہل گئے ۔ پھر اپنی آنکھیں لال پیلی کرکے اور اپنے لمبے لمبے نوکدار دانت نکال کر شہباز کو بہت بری طرح گھورنے لگا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسکو کھا ہی جائیگا + اب تو شہباز کی حالت مت پوچھو ایسا ہوگیا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں + قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے لیکن وہ سنبھلا اور دیو کے پیروں پر گر پڑا ۔ اور لگا ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے اور لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا کہ حضور اب میں کبھی آپکے محل میں نہیں آؤں گا +

دیو کو اسکی اس حالت پر جو اس وقت اسکی ہو رہی تھی ۔ رحم آگیا اور کہنے لگا کہ قاعدہ تو میرا یہی ہے کہ جو کوئی میری بغیر اجازت محل میں قدم رکھا کرتا ہے ۔ اسکو کچا ہی چبا جاتا ہوں ۔ اور چھوڑتا بھی نہیں ہوں ۔ مگر چونکہ تو ابھی نوجوان ہے اور تیری اس جوانی پر مجھے رحم آتا ہے دوسرے تو معافی مانگ رہا ہے ۔ اس لئے تجھے زندہ چھوڑے دیتا ہوں + مگر تھوڑی سی سزا تجھکو ضرور دوں گا ۔ وہ یہ کہ تو آج میرا غلام رہکر میری خدمت کر + بس وہ تھوڑی سزا یہی تھی "قہر درویش برجان درویش" کی مثل پر عمل کرتے ہوئے منظور کیا اور دیو کی غلامی

کا کام انجام دینے لگا ÷

دیو نے پانی مانگا - شہباز شیشے کی صراحی میں پانی لیکر چلا تو وہ کسی چیز سے ٹھوکر
کھاکر گر پڑا اور صراحی ٹوٹ گئی - دیو کو جو آیا غصہ اس نے شہباز کے منہ پر چار پانچ چانٹے رسید کئے
کہ وہ چکرا کر گر پڑا - اور بیہوش ہو گیا ÷

جب وہ ہوش میں آیا تو وہ وہیں لیٹے لیٹے دل میں کہنے لگا کہ دیو کو میرے اس قصور پر ایسا غصہ
نہ آنا چاہئے تھا - کیونکہ میں نے جان کر صراحی نہیں توڑی تھی - اسکے کان میں ایک آواز آئی کہ پھر تو نے
اس بیچارہ بھلا بڈھے غلام کی پیٹھ میں گھونسے کیوں مارے کہ وہ بیچارہ مرگیا - وہ بھی جان کر نہیں گرا تھا
اور اس نے بھی تو جان کر گلاس نہیں توڑا تھا ÷ اب شہباز اپنی اس حرکت پر سخت شرمندہ ہوا اور دل میں کہنے
لگا کہ بیشک وہ بڈھا بے قصور تھا اور حقیقت میں وہ قصداً نہیں گرا تھا - لہٰذا مجھکو غصہ میں آکر نہ
مار ڈالنا چاہئے تھا ÷ یہ میری سخت غلطی اور بیوقوفی ہوئی - اب میں کسی بات پر ایسا غصہ نہیں کیا کرونگا
غصہ سے دوسرے آدمی کو بیحد تکلیف پہنچتی ہے - اور بہت نقصان ہوتا ہے ÷

اتنے میں اس کی آنکھ کھل گئی - چونکہ صبح ہو چکی تھی - آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا - اپنے کمرے
میں چمن افروز گلشن اور سبھی نوکر چاکروں کو کھڑا پایا - وہیں وہ بڈھا غلام کمرے کی چوکھٹ کے پاس مرا پڑا تھا
اور اسکے پاس شیشے کا گلاس ٹوٹا پڑا تھا ÷ یہ اسکا حال دیکھکر دل میں بہت کڑھا اور اپنے غصہ پر لعنت
ملامت کرنے لگا ÷ وہ سب نوکر چاکر وغیرہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کیسے مرگیا - کیسے مرگیا ہے ÷
شہباز اپنی مسہری پر سے اٹھ کر آیا تو چمن افروز اس سے دریافت کرنے لگی کہ کیا آپکو معلوم ہے کہ یہ کیونکر مرا
شہباز نے ہنسکر کہا کہ مجھے نہیں معلوم - رات کو میں نے پانی طلب کیا تو یہ گلاس میں لیکر آیا - تو گر پڑا
میں نے خیال کیا کہ اتفاق سے گر پڑا ہے - اٹھ بیٹھے گا - پھر میں سو گیا - تعجب ہے کہ یہ گرنے سے ہی مرگیا
آخر کار سب نے خیال کر لیا کہ قضا آئی تھی ÷ شہباز اپنی ان جھوٹی باتوں کی کامیابی سے بہت خوش ہوا اور
دل ہی دل میں خوب ہنسا ÷ - اور کمرے سے باہر صحن میں کھڑا ہو کر اس رات والے خواب کا خیال کرکے دل
میں کہنے لگا - کہ شاید خدا نے مجھے اس بڈھے کو مار ڈالنے کی سزا رات کو خواب میں دیو کے ذریعہ سے دی
تھی - مگر خون کرنے کی سزا اتنی تھوڑی سی ہی ہوتی ہے - اسکی سزا تو بہت بڑی ہوتی ہے - یہ خیال کرکے
اس نے ایک زور سے گہری سانس لی اور اسکی آنکھوں میں کچھ آنسو ڈبڈبا آئے اور گردن جھکائے

Taj Tahir Foundation

گلشن

ٹہلنے لگا + اسکو کچھ پریشان سا دیکھکر اس سے پوچھنے لگی کہ "کیسی طبیعت ہے - کچھ اُداس سے معلوم ہوتے ہو"+

شہباز - کچھ نہیں - اس بیچارے بُڈھے کا غم آرہا ہے - کاش میں اس سے رات میں پانی ہی نہ مانگتا + دوسرے رات کو کچھ خواب سا دیکھا تھا + ان دو وجوہات سے کچھ طبیعت پریشان سی ہے - اور دل بیٹھا جارہا ہے"

گلشن - "میاں موت کو کون روک سکتا ہے - اگر تم پانی نہ طلب کرتے تب بھی مر ہی جاتا - جبکہ اسکی قسمت میں اتنی ہی زندگی لکھی تھی - اچھا وہ تم نے خواب کیسا دیکھا تھا"+

یہ سنکر اس نے شرم سے سر جھکالیا - گلشن نے خیال کیا کہ شاید خواب بیان کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہے + گلشن بولی کہ "اگر خواب بیان کرنے میں کچھ قباحت ہے تو خیر - جائیے سامنے والی حوض پر منہ ہاتھ دھو لیجئے"+

شہباز منہ دھوکر اور کھانا وانا کھاکر تیر کمان لیکر باغ میں شکار کھیلنے چلا گیا + باغ میں اگر وہ اپنے خواب کو سب بھول بھال گیا - اور مزے میں چڑیوں کے شکار میں مصروف ہوگیا +

ایک درخت میں چڑیا کا ایک گھونسلا تھا - اس میں چڑیا اپنے بچہ کو بھرا رہی تھی - بچہ پروں کو پھیلائے پھیلا کر اور تھوک تھوک کر خوش ہو رہا تھا - شہباز نے شکار کا یہ بہترین موقع خیال کیا - اس نے فوراً نوکدار تیر چلّہ پر چڑھایا + کوئی دوسرا شخص ہوتا تو ان دو معصوم بیگناہوں پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھاتا - لیکن ظلم اور بیرحمی تو شہباز کی گویا گھٹی میں پڑی تھی - اس نے نشانہ تاک کر تیر جو چھوڑا تو چڑیا اور اس کے بچہ کے پار ہوگیا - جب تیر اس نے گھونسلے میں سے نکالا تو وہ دونوں بے زبان پکھیرو اس میں لٹکے ہوئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے اور خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں + اتنے میں چمن افروز اور گلشن چہل قدمی کرتی ہوئیں اس باغ میں بھی آپہنچیں یہ دردناک منظر دیکھکر بیتاب ہوگئیں + اور شہباز میاں انہیں تڑپتی ہوئی دیکھکر ہنسنے لگا رہے تھے +

چمن افروز - "معلوم ہوتا ہے کہ تم انسان نہیں ہو"؟

شہباز - "تو کیا حیوان ہوں"+ ؟

Taj Tahir Foundation

چمن افروز ۔ "بلکہ اس سے بھی بدتر "

شہباز ۔ (ہنسکر) "کچھ آپ ناراض سی معلوم ہوتی ہیں "

چمن افروز ۔ "ناراض نہ ہوں کہ تم نے ایسی سنگدلی کا کام کیا ہے ۔ کہ جس کو دیکھکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں "

شہباز ۔ "واہ آپ نے تو اس دلچسپ تفریح کو سنگدلی کا کام بتادیا "

چمن افروز ۔ "افوہ! یہ آپ کی دلچسپ تفریح ہے "

گلشن ۔ "آپکو معلوم ہے کہ ان دو بے زبان پکھیرؤں کو کیسی تکلیف ہو رہی ہے ۔ وہ دیکھو تڑپ تڑپ کر مرگئے ! "

شہباز ۔ "مجھے دوسرے کی تکلیف کا کچھ حال کیا معلوم ۔ مجھے بھی تکلیف نہیں ہو رہی ہے "

چمن افروز "جب ہی تم نے یہ سنگدلی کا کام بھی کیا ہے "

شہباز ۔ (ہنسکر) "آپ تو دو دو تولہ کی پنچھیوں کے پیچھے لڑ رہی ہیں ۔ نہ معلوم روزانہ کتنی چڑیاں مرجاتی ہوں گی "

چمن افروز "میں لڑ تو نہیں رہی ۔ مجھے آپ کے اس سنگدلی کے کام پر غصہ آیا کہ آپ شہزادہ اور خدا کی مخلوق کے سردار ہوکر ایسے کام کرتے ہیں ۔ اور ان دو پکھیرؤں پر رحم آیا تو میں یہ سخت الفاظ آپ سے کہہ بیٹھی ۔ معاف کیجئے گا "

یہ کہکر وہ اور گلشن دونوں اندر محل میں چلی گئیں ۔

جب اندر محل میں آیا تو اس سے کوئی نہ بولا ۔ شہباز نے خیال کیا کہ چمن افروز اور گلشن مجھ سے خفا ہیں ۔ وہ غصہ کا سا منہ بناکر اپنے کمرے میں مسہری پر جا لیٹا ۔ دوپہر کا وقت تو تھا ہی اس لئے توشک اوڑھکر سوگیا ۔

آنکھ لگتے ہی اس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ خود چڑیا بنکر ایک جنگل کی طرف اڑ گیا ہے اور گھونسلہ بناکر اس میں بیٹھ گیا ۔ اس جنگل میں چند لڑکے شکار کھیلنے آئے ۔ شہباز چڑیا اپنے گھونسلے میں بیٹھا تھا ۔ لڑکوں نے ایک دوسرے سے کہا "دیکھنا ایک چڑیا اپنے گھونسلے میں بیٹھی بیٹھی

Taj Tahir Foundation

ہے اسکا نشانہ بنانا چاہئے ۔ یہ سنتے ہی ایک لڑکے نے جو کمان پر تیر چڑھائے کھڑا تھا ۔ نشانہ باندھکر
شہباز پر جو تیر چھوڑا تو اُسکے پار ہوتا ہوا نکل گیا + شہباز گھونسلے میں ~~چپ~~ تڑپنے اور چیں چیں
کرنے لگا + ایک تیرا لڑکے نے اُسکے پروں میں تیر چبھوکر اسکو اُٹھالیا ۔ شہباز کو جو اُس وقت تکلیف ہو
رہی تھی اسکو بس وُہی محسوس کر رہا تھا کہ گویا اُسکے بدن میں سوئیاں چُبھ رہی ہیں اور چاقو سے
اسکو کوئی کاٹ رہا ہے + شہباز کے منہ سے سوائے چیں چیں کے کچھ نہ نکلتا تھا ۔ مگر وہ دل میں کہہ رہا تھا
کہ ہائے ظالمو! مجھے تم یہ تکلیف پہنچاکر اور مجھ ننھی سی جان کو مار کر کیا لوگے + لڑکے اسکو چیں
چیں کرتے اور تڑپتے ہوئے دیکھکر قہقہے لگا رہے تھے + اسکے بعد وہ اسکو زمین پر پٹک کر
ادھر اُدھر بھاگ گئے +

اتنے میں گلشن نے اسکا بازو ہلاکر اسکو جگایا اور اس سے پوچھنے لگی کہ "آپکی طبیعت کیسی ہے
جو آپ اُدھر سے لیٹے سو رہے ہیں +؟"

شہباز چونک کر اُٹھ بیٹھا اور اس تکلیف کو محسوس کرتا رہا + گلشن کے مکرر پوچھنے پر جواب
دیا کہ "اچھی طبیعت ہے ۔ جب آپ کوئی مجھ سے نہ بولیں تو میں لیٹ کر سو گیا اور کیا کرتا +"

گلشن ۔ "اچھا آپ ہم سے ناراض ہو گئے تھے +!"

شہباز ۔ (ہنسکر) "ناراض آپ ہو گئی تھیں یا میں ۔؟"

گلشن ۔ "اچھا میں ذری پانی پی آؤں ۔ پھر اطمینان سے باتیں کروں گی" + یہ کہکر وہ چلی گئی +

شہباز اپنے اس خواب کا خیال کر کے دل میں کہنے لگا ۔ "بے زبانوں کو کیسی تکلیف ہوتی ہے ۔ خدا
کسی بے زبان کو ایسی تکلیف میں نہ ڈالے ۔ بس میں تو آج سے کسی جانور وغیرہ کو تکلیف نہ دوں گا"

گلشن اپنے دوپٹہ سے اپنا منہ پونچھتی ہوئی کمرے میں آئی ۔ شہباز سے گویا ہوئی ۔ "آپکو بی اماں یاد کر رہی
ہیں" + شہباز گلشن کے ساتھ چمن افروز کے پاس آگیا ۔ وہ اس سے کہنے لگی کہ "آپ میری شرط پوری کریں گے"

شہباز ۔ "انشاء اللہ تعالےٰ"

چمن افروز ۔ "سنئے میری اس لڑکی گلشن کی ~~شادی~~ منگنی شاہ چین کے شہزادے سرخاب

Taj Tahir Foundation

کے ساتھ ہوئی ہے۔ مگر اس منگنی سے سرخاب کا دوست پطرس نامی خوش نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی گلشن کے بھائی سے لڑائی ہے۔ وہ سرخاب سے کہتا ہے کہ اگر تم نے گلشن کے ساتھ شادی کی تو میں پھر تمہارا نہیں ہوں + سرخاب کہتا ہے کہ میرا دوست شادی میں شریک ہونے اور میری اس شادی سے خوش ہونے کا وعدہ نہیں کرے گا میں شادی نہیں کروں گا + سب سے مشکل بات ایک یہ آپڑی ہے کہ شادی کی انگوٹھی جو گلشن نے سرخاب کو منگنی کے وقت پہنائی تھی۔ وہ سرخاب نے اپنے دوست پطرس کو دیدی ہے۔ اب وہ اسے دیتا نہیں ہے۔ اور بغیر اس انگوٹھی کے شادی ہو بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ ہمارے یہاں یہی قاعدہ ہے۔ اور شاید یہ بھی ممکن ہے کہ سرخاب اپنے والدین اور دیگر اعزا کے دباؤ سے اپنے دوست پطرس سے قطع تعلق کرلے اور شادی پر رضامند ہو جائے۔ یا اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو انگوٹھی واپس ملنے پر گلشن کی دوسری جگہ شادی کی جائے۔ مگر پطرس سے انگوٹھی حاصل ہو تو کیسے ہو + سو میری وہ شرط یہی ہے کہ کسی ترکیب یا کسی تدبیر غرض کسی طرح سے پطرس سے انگوٹھی حاصل کرکے لاؤ۔ جب میں آپکو تانبے کے شہر کا پتہ بتاؤں گی"۔

شہباز یہ شرط سنکر دل میں بڑا گھبرایا اور دل میں کہنے لگا کہ پطرس سے جان نہ پہچان۔ ملاقات نہ شناسائی بھلا پھر وہ مجھے انگوٹھی کیسے دیدیگا۔ اور معلوم وہ کون سے ملک میں رہتا ہوگا۔ اور وہ ملک کتنی دور ہوگا پوچھنے لگا کہ "وہ رہتا کس ملک میں ہے"؟

چمن افروز۔ وہ اپنے دوست سرخاب کے ملک میں ہی رہتا ہے اور یہاں سے چین کا راستہ تھوڑے دنوں لیکن بڑا ہی مصیبت اور تکلیف دہ ہے۔ اسکا طے کرنا بہادر آدمی کا کام ہے۔ ایک کبوتر تمہارے ساتھ روانہ کروں گی۔ وہ تمہیں رہبر کا کام دیگا۔ وہ میرا بہت سدھایا ہوا ہے۔ میں اس سے اکثر نامہ بری کا کام لیا کرتی ہوں + بارہا دفعہ اس نے تنہا چین کا سفر کیا ہے"۔ شہباز تھوڑی دیر کے لئے ایک خیال میں محو ہوگیا + اس نے سوچا اگر انگوٹھی آسانی سے ملگئی تو سبحان اللہ ورنہ سرخاب کو تو مار ڈالنا اب بیحد آسان ہوگیا ہے + کسی بہانہ سے ایک رات سرخاب کے پاس سوؤں گا اور چپکے سے اسکو تلوار سے قتل کرکے وہاں سے اسی وقت بھاگ آؤں گا"۔ یہ سوچکر وہ مسرت سے جھومنے لگا + اور کہنے لگا کہ میں ضرور انکی شرط پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگرچہ امید نہیں ہے مجھے!

Taj Tahir Foundation

دوسرے دن شہباز خدا کا نام لیکر گھوڑے پر سوار ہو - چمن افروز کے کبوتر کو ساتھ لے اسکی رہبری میں ملک چین کی طرف روانہ ہوگیا +

(۴)

وہ تھوڑی دور ہی چلنے پایا ہوگا کہ اسکے کان میں کسی کے کراہنے کی آواز آئی -
وہ اس آواز سے چونکتا ہوا اور ادھر ادھر نظریں دوڑا کر دیکھنے لگا - تو اُسے دور سے ایک چیتا بھاگتا ہوا دکھائی دیا - جس سے کچھ خون ٹپکتا ہوا معلوم ہوتا تھا + شہباز سمجھ گیا کہ یہ ضرور کسی جانور یا آدمی کو زخمی کرکے بھاگا ہے - چنانچہ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا اس آواز کی تلاش میں چلا -
اسے ایک درخت کے نیچے ایک بڈھا آدمی کراہتا ہوا ملا جو مسافر معلوم ہوتا تھا + شہباز کو اسکے بڑے دردناک لہجے میں کراہنے اور بلکنے سے رحم آگیا - وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور سیٹی بجا کر کبوتر کو بھی ٹھیرالیا اور وہ اس مسافر کے آگے گھٹنے ٹیک کر نرمی سے بولا " آپکو کیا تکلیف ہے "؟ +

پہلے وہ بوڑھا مسافر بلک بلک کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا - شہباز کو دیکھکر اسکو کچھ تسکین سی ہوئی اور جواب دیا کہ " بابا ایک چیتے نے زخمی کردیا ہے - اگر میرے پاس کرچ ہوتی تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا " +

شہباز - " آپ یہاں اس طرف کیوں آئے تھے "؟

مسافر - " میں اپنے اونٹ پر سوار اپنے جائے مقام پر جارہا تھا جو یہاں سے میلوں دور ہے آرام کرنے کے لئے اس درخت کے نیچے لیٹ گیا - ایک چیتا دوڑتا ہوا میری طرف آیا - میں ابھی اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اس نے مجھ پر حملہ کیا + اپنی کرچ نکالکر میں نے اس کے حملے کو روکا - وہ منہ پر کاری زخم کھاکر بھاگ گیا - اس کے ڈر سے میرا اونٹ بھی کہیں بھاگ گیا - اب میں گھر کیسے پہنچوں گا " +
اتنا کہکر وہ ہائے ہائے کرنے لگا +

شہباز نے دلاسا دیکر اس سے کہا کہ " آپ پریشان نہوں - میں آپکی ہر قسم کی مدد کو تیار ہوں بتائیے آپکا اونٹ کس طرف بھاگا ہے - میں ڈھونڈ کر لاتا ہوں - اور میں آپکو گھر تک پہنچادوں گا " +

مسافر - "خدا آپکا بھلا کرے پہلے مجھے کہیں سے پانی پلاؤ - پیاس کی وجہ سے میرا دم ہونٹوں پر ہے"

شہباز - "بہت اچھا لاتا ہوں" - یہ کہکر اس نے درخت سے بڑے بڑے پتے توڑے اور ان کا ایک دوہنہ بنایا - اور اسکو لیکر پانی کی تلاش میں چلا - چند قدم چلنے پر ایک چھوٹے سے چشمہ پر پہنچا - وہیں ایک اونٹ پانی پی رہا تھا - شہباز اسکو دیکھکر سمجھ گیا کہ یہ اسی مسافر کا اونٹ ہے - چنانچہ اس نے اسکی مہار پکڑلی اور دوہنہ میں پانی بھر کر اونٹ ہانکتا ہوا مسافر کے پاس پہنچا - مسافر اپنے اونٹ کو دیکھکر بہت خوش ہوا کیونکہ اسکو اسکے ملنے کی توقع نہ تھی + پانی پیکر اس نے اسکو بہت دعائیں دیں + شہباز نے ایک کپڑا اتار کر کے اسکے زخموں پر باندھا تو اسکے زخموں میں کچھ ٹھنڈک پڑی - اسکے بعد شہباز نے بڈھے مسافر سے کہا کہ آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں میں آپکے جائے مقام تک آپکے ساتھ چلوں گا"

مسافر - "بیٹا میرا جائے مقام یہاں سے بہت دور ہے اور تم وہاں تک میرے ساتھ چلو گے تو پھر وہاں سے تنہا کیسے آؤ گے - میں تمہاری اس محبت اور ہمدردی کا بیحد مشکور ہوں + اور تازیست آپکی ہمدردی اور کو یاد کرکے آپکو دعا دیا کروں گا + شہباز نے کہا کہ اگر آپکی خوشی اسی میں ہے تو خیر"

الغرض شہباز اس بڈھے مسافر کو بڑے آرام سے اونٹ پر سوار کرا کر اور اسکی سیکڑوں دعائیں لیکر گھوڑے پر سوار ہو کر پھر کبوتری کی رہبری میں ملک چین کی طرف چل کھڑا ہوا +

یہاں ہم یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ شہباز نے اپنے ان خوابوں سے درس عبرت حاصل کرکے اور ڈر کر اس وقت سے نہ تو غصہ ظاہر کیا اور نہ کسی سے بیرحمی سے پیش آیا اور اس بڈھے مسافر کی مدد کرکے آپ ہی آپ اسکا دل خوش ہو رہا تھا + باوجود اسکے سہراب کی طرف سے اس کے دل میں حسد کی آگ نہ بجھی تھی +

شہباز گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا اور اسکے پیش پیش کبوتر اڑ رہا تھا - اسی طرح وہ دن بھر چلتا رہا + دن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ پہاڑوں میں آ پہنچا - اور رات اس نے مع کبوتر وغیرہ کے پہاڑ کے ایک دامن میں بسر کی - صبح ہوتے پھر چل کھڑا ہوا - بھوک پیاس تو شہباز کو شب سے ہی محسوس ہو رہی تھی - اب دوپہر ہونے کو آئی تو اسکے پیٹ میں آگ سی لگنے لگی - کلیجہ ابل ابل کر منہ

Taj Tahir Foundation

کو آنے لگا۔ پھر سنسنانے لگے۔ پیاس کے مارے زبان میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ گھوڑے سے بھی بھوک پیاس کی وجہ سے نہ چلا جاتا۔ کبوتر بھی بیچارہ چونچ کھولے اڑ رہا تھا۔ اس ریگستان میں گرمی کا یہ عالم کہ معاذ اللہ آفتاب اپنی تیز کرنوں سے انگارے سے برسا رہا تھا۔ بادِ سموم کے گرم گرم جھونکے منہ پر طمانچے سے لگا رہے تھے۔ ریگستان کی ریت مثل بھاڑ کے بھوبل کے ہو رہی تھی۔ جس میں گھوڑے کے پاؤں دھنسے جا رہے تھے۔

اب شہباز پر غشی سی طاری ہونے لگی۔ وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اسکو آہستہ آہستہ ہانکتا ہوا چلنے لگا۔ شہباز دل میں کہنے لگا کہ مجھے اس مصیبت کی خبر ہوتی تو میں کبھی اس شرط کو پورا کرنے کا نام نہ لیتا۔ مگر ہاں جبیں افروز نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ چین کا راستہ طے کرنا بڑی ہمت والے اور بہادر آدمی کا کام ہے۔ اب مجھے اس مصیبت اور تکلیف کو اپنی ہمت اور بہادری سے برداشت کرنا چاہئے۔ کبھی شہباز دل میں کہتا کہ اتنا راستہ تو ایسی تکلیف کا ہے اور معلوم آگے کیسے کیسے تکلیف دہ اور مصیبت کے راستے ہونگے۔ لہٰذا واپس چلنا چاہئے۔ کبھی کہتا کہ اب اتنا راستہ طے کیا ہے اور اتنے دور آگیا ہوں۔ تو اب جتنی بھی راستے میں تکلیفیں ہوں ان کو برداشت کر کے اور جبیں افروز کے کام کو انجام دیکر ہی واپس چلوں گا۔

چنانچہ وہ جلدی جلدی قدم بڑھاتا ہوا نہایت جوش کے ساتھ چلنے لگا۔ آخر کار اس سے بوجہ ضعف نہ چلا گیا اور بہت کچھ سنبھلنے کے باوجود غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ پھر اسکو کچھ خبر نہ رہی۔

تھوڑی دیر بعد جب اسکو ہوش آیا۔ تو کبوتر کو اپنے پاس بیٹھا ہوا اور گھوڑے کو ایڑیاں رگڑتے ہوئے دیکھا۔ ناگاہ شہباز کو ایک آدمی اونٹ پر سوار جاتے ہوئے دکھائی دیا۔ شہزادہ شہباز نے اسکو اشارہ سے اپنے پاس بلایا اور زبان دکھا کر پانی طلب کیا۔ سوار کو اسکی حالت پر رحم آگیا اور اپنے مشکیزہ میں سے جو اونٹ کی پیٹھ سے لٹک رہا تھا۔ پانی نکال کر اسکو اور اسکے گھوڑے و کبوتر کو پلایا جب تینوں میں کچھ جان آئی۔

شہباز سوار کی اس عنایت و مہربانی سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اس وقت یہاں نہ آتے تو ہم تینوں کا سب خاتمہ ہی تھا ۔ بتائیے میں آپ کا کس طرح شکریہ ادا کروں"

سوار ۔ شکریہ کا میں نے کیا کام کیا ہے ۔ بلکہ مجھے ہی آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ آپکی تکلیف میں کام آکر میں نے ثواب حاصل کیا"

شہباز ۔ خیر یہ آپکی بزرگی ہے ۔ مگر میں آپکا بڑا احسان مند ہوں ۔ اگر آپ کے پاس اس وقت کچھ کھانے کو ہو تو مہربانی کر کے مجھے دیجئے ۔ کیونکہ بھوک کی وجہ سے میرا کلیجہ ابل رہا ہے ۔

سوار ۔ مگر یہاں دھوپ میں کہاں کھاؤ گے ۔ یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا چشمہ ہے ۔ خیمہ لگا کر کھانا کھائیں گے ۔ اللہ کے فضل سے میرے پاس کھانا کافی ہے"

چشمہ پر پہنچکر سوار نے اونٹ پر سے خیمہ اتار کر وہاں گاڑ دیا اور اس میں دونوں آرام کر کے کھانا کھانے لگے ۔ کچھ گھاس بھی سوار کے پاس موجود تھی ۔ وہ گھوڑے کے آگے ڈالدی اور کبوتر کو بھی روٹی توڑ کر کھلادی ۔ سوار نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں ۔ آپ کا کیا نام ہے اور کس شہر و قبیلے کے رہنے والے ہیں" ۔ شہباز نے جواب دیا ۔ میں شاہ اندلس کا لڑکا ہوں ۔ والد نے مجھے تانبے کا شہر کی تلاش میں بھیجا تھا ۔ مگر وہ نہ ملا ۔ اتفاق سے میں ایک امیر کے یہاں پہنچ گیا ۔ اسکی بیوی نے تانبے کے شہر کا پتہ ایک شرط پر بتانے کا وعدہ کیا ۔ چنانچہ میں اس شرط کو پورا کرنے چین کی طرف جا رہا ہوں ۔ یہ سنکر سوار بہت خوش ہوا اور اسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا ۔ شاباش ہے کہ آپ اپنے باپ کی خوشی کا ایک اہم کام انجام دینے جا رہے ہیں ۔ جس میں بیحد تکلیف کا سامنا ہے" ۔ شہباز نے کہا کہ آپ مجھے اپنا نام و پتہ بتا دیجئے ۔ آپ نے اس وقت میری جان بچائی ہے تاکہ اس کا بدلہ جب میں اپنے ملک میں پہنچوں ادا کرسکوں" ۔ سوار نے ہنسکر جواب دیا کہ میں ہرگز بدلہ کا مستحق نہیں ہوں ۔ میں نہایت خوش ہوں کہ میں ایک شہزادے کی تکلیف میں کام آیا ۔ میں آپکو ایک جادو کی انگوٹھی دیتا ہوں ۔ جو ایک بہت بڑے پرانے حکیم نے ایک ترکیب سے بنائی تھی ۔ اس انگوٹھی میں خوبی یہ ہے کہ کوئی بات صرف انسان کی بابت معلوم کرنا چاہو تو اس سے معلوم کر لو ۔ یہ فوراً بتادے گی" ۔ شہباز اس انگوٹھی کو لیکر بیحد خوش ہوا ۔ اور اس کا شکریہ ادا کر کے بیحد اصرار

Taj Tahir Foundation

اس کا نام و پتہ پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے شیخ ابن عامر کہتے ہیں اور رہتا ہوں شہر قاہرہ بنی فریدی نامی قبیلہ میں ؛ اسکے بعد شیخ نے کہا کہ اب مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔ ضروری کام ہے ؛ شہباز نے بہت اچھا کہکر خدا حافظ کہا + اور خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر کبوتر کی رہبری میں اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا +

(۵)

شہباز اب اس ریگستان سے نکل کر بڑے بڑے اونچے سر بفلک پہاڑوں سے چڑھتا اترتا چلا جا رہا تھا کہ ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر دو شیشے کے تابوت رکھے ہوئے نظر پڑے اور ان میں ایک خوبصورت لڑکی اور ایک لڑکا زرین کپڑے پہنے ہوئے چمک رہے تھے۔ جن کے عکس چاروں طرف پڑتے ہوئے پہاڑوں پر عجیب لطف دے رہے تھے ۵ا + شہباز گھوڑے سے اتر کر مشکل سے پہاڑ پر چڑھا اور ان تابوتوں کے پاس آیا +

ان دونوں بچوں کو جو شکل و شباہت اور لباس سے کسی بادشاہ کے چشم و چراغ معلوم ہوتے تھے۔ بڑے تعجب اور غور سے دیکھنے لگا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ ان کی سانسیں تو چل رہی ہیں۔ پھر مرے ہوئے کیسے ہو سکتے ہیں۔ جبکہ یہ تابوت میں رکھے ہیں + یکایک اسے شیخ کی دی ہوئی انگوٹھی یاد آئی اور اس سے شیخ کے بتائے ہوئے عمل کے مطابق اس پر اسرار بات کا جواب مانگنے لگا + انگوٹھی سے جواب ملا کہ اصل میں یہ مرے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے منہ میں ایک قسم کے زہر آلودہ سیب رکھے ہیں۔ جن کی تاثیر سے یہ صرف بیہوش ہیں۔"

شہباز کو بڑا تعجب ہوا۔ اور ڈرتے ڈرتے لڑکے کا تابوت کھولکر اسکے منہ کو کھولکر دیکھنے لگا + واقعی اسکے منہ میں سیب کا ایک ٹکڑا رکھا تھا۔ شہباز نے اسکو نکال لیا۔ جب سے نکلتے ہی وہ لڑکا جلدی جلدی سانس لینے لگا اور اٹھ بیٹھا۔ اور آنکھیں ملکر حیرت سے شہباز کو دیکھنے لگا +

شہباز نے آہستہ سے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور آپ کا کیا نام ہے ؟

لڑکا بولا کہ کیا اللہ میاں اپنے بندوں کے نام نہیں جانتے + شہباز یہ سنکر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ لو اس لڑکے نے مجھے خدا ہی بنا دیا ۔"

۵ا اور ریکھا ادھر ادھر بڑے بڑے مردہ کیا سے ڈراؤنے گدھ منڈلا رہے تھے۔ مگر چونکہ تابوت کا ڈھکنا غلطی سے بند رہتا تھا۔ اس لیے ان کا کچھ قابو نہ چلتا تھا +

Taj Tahir Foundation

لڑکا۔ "تو پھر کون ہیں؟ کہ آپ نے مجھے زندہ کر دیا"

شہباز۔ "میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ اور نہ میں نے تمہیں زندہ کیا۔ تمہارے منہ میں زہر آلودہ سیب کا ٹکڑا رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے تم بیہوش تھے۔ وہ میں نے نکال کر پھینکدیا تو تم ہوش میں آگئے"

جب اس لڑکے نے ایک لڑکی کو بھی تابوت میں بند دیکھا تو چلا کر کہنے لگا "کیا اُس کمینے نے شبنم کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا" پھر شہزادے شہباز سے بولا کہ اس لڑکی کے منہ میں بھی ایسا ہی ایک زہر میں آلودہ سیب کا ٹکڑا رکھا ہوگا۔ وہ نکال کر اسکو ہوش میں کر دیجئے تو پھر میں اپنا نام و نشان بتاؤں گا"

شہباز نے شبنم کا تابوت کا ڈھکنا اُٹھایا اور اسکا منہ کھولکر سیب کا ٹکڑا نکال کر پھینکدیا۔ وہ ہوش میں آگئی۔ اپنے بھائی کو اور اپنے کو اس پہاڑ پر دیکھکر مبہوت ہوگئی۔ اور چیخ اُٹھی "میں کہاں ہوں" اسکے بھائی نے اسکا اطمینان کر دیا۔

اسکے بعد شہباز نے اس لڑکے سے کہا کہ آئیے پہاڑ سے اُتر کر نیچے بیٹھیں۔ یہاں تو دھوپ پھیل رہی ہے" تینوں پہاڑ سے اُتر آئے اور اسکی ایک کھوہ میں آ بیٹھ گئے۔

شہباز بولا۔ "پہلے آپ مہربانی فرماکر اپنا اور اپنے والد کا نام بتائیے۔ تاکہ مجھے اطمینان ہو۔ غلطی معاف۔ مجھے آپ دونوں کسی ملک کے شہزادے و شہزادی معلوم ہوتے ہیں" لڑکے نے کہا "ذرا مجھے کچھ سوچ لینے دیجئے۔ پھر میں آپ سے سب کچھ بیان کروں گا"

آدھ گھنٹے کے سکوت کے بعد اس لڑکے نے یوں کہنا شروع کیا "سنئے ہم دونوں شاہ ملک کے بیٹی و بیٹا ہیں۔ میرا نام فریدوں ہے اور اس لڑکی کا نام شبنم ہے۔ میرے چچا کا لڑکا میرا ظاہر میں بڑا پکا دوست تھا۔ وہ مجھ سے بیحد محبت کرتا تھا۔ ہر طریقہ سے وہ اپنے کو میرا سچا دوست ثابت کرتا تھا۔ قریب قریب روز میری دعوت کرتا۔ اور مجھکو عمدہ عمدہ تحفے بھیجا کرتا تھا۔ اور ہر وقت میرے ہمراہ رہتا تھا۔ میں بھی اسکو اپنا سچا دوست خیال کرتا اور اس سے اتنی ہی محبت کرتا تھا۔ جتنی وہ مجھ سے کرتا تھا۔ اسکے والد یعنی میرے چچا بھی مجھ سے بہت محبت کرتے۔ جہاں کہیں وہ دور دور شکار کو جاتے ہم دونوں بہن بھائیوں کو ضرور اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔

مگر ابا جان معلوم کیوں۔؟ (ہاں اسی انجام کو سوچتے ہوئے) اکثر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ "فریدوں شاید

Taj Tahir Foundation

"تم ہر وقت ہرمز کی صحبت میں مت رہا کرو" اکثر میرے [blot] استاد بھی کہا کرتے تھے کہ "تم ہرمز سے ملنا چھوڑ دو ورنہ تمہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا" میں کبھی ان سے وہ نقصان پوچھتا تو وہ کہتے کہ چونکہ تم بادشاہ سلامت کے ولیعہد ہو۔ اگر خدانخواستہ تمہارے دشمن مرگئے تو بادشاہ کے بعد سلطنت تمہارے چچا یا ان کے لڑکے ہرمز کو ملے گی۔ اس لئے وہ جو تم سے حد سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ یہ خطرے سے خالی نہیں ہے۔ میں یہ سنکر ہنس دیتا اور اپنے والد اور اپنے استاد کی ان باتوں کو اس کان سنتا اور اس کان اڑا دیتا۔ کیونکہ میں یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ جو ہم سے اتنی محبت کرے اس سے ایسی بیوفائی کی امید نہیں ہوسکتی۔

حسب معمول ایک دن ہرمز نے میری اور اسکی بہن نے شبینہ کی دعوت کی۔ جب کھانا وغیرہ کھا چکے تو اس بیوفا یعنی ہرمز نے ایک ~~ٹکڑا~~ سیب کا ٹکڑا اسکی نہایت تعریف کرکے مجھے کھلایا۔ اس ٹکڑے کا منہ میں رکھنا ہی تھا کہ مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہیں لیٹ گیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔ پھر جب سے اب تک مجھے کچھ خبر نہیں" یہ سنکر شبینہ نے کہا کہ بس اسی طرح ہرمز کی بہن نے کھانے کے بعد مجھے بھی ایک سیب کا ٹکڑا کھلایا۔ جس کے منہ میں رکھتے ہی مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ اور بہت کچھ سنبھلنے کے باوجود میں بیہوش سی ہوکر گر پڑی" پھر فریدوں بولا کہ غالباً ہرمز اور اسکی بہن نے یہ یقین کرکے کہ ہم دونوں مرگئے ہیں۔ ہمکو تابوتوں میں رکھواکر جیسا کہ ہمارے یہاں قاعدہ ہے۔ اس پہاڑ پر بھجوادیا

شہباز۔ "یہاں سے آپ کا ملک کتنی دور ہے"؟

فریدوں۔ "معلوم نہیں۔ کیونکہ میں اس جگہ کبھی آیا نہیں ہوں" یہ کہکر وہ رونے لگا۔

شہباز۔ "بھائی روئے مت۔ تمہیں بھوک پیاس معلوم ہو رہی ہوگی۔ چلو آگے چلیں شاید وہاں کچھ کھانے کو ملجائے"

چنانچہ تینوں ایک گھوڑے پر سوار ہوکر مع کبوتر کے چل کھڑے ہوئے۔

تھوڑی دور چلنے پر انہیں کچھ آبادی نظر آنے لگی۔ شہباز نے فریدوں سے کہا کہ دیکھو آبادی آرہی ہے۔ اور آپ دونوں شاہزادوں کے سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ لوگ باگ تمہیں انگشت نمائی کریں گے اور شہر میں تمہارا تماشہ ہو جائیگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم دونوں ان کپڑوں کو اتار ڈالو" فریدوں نے جواب دیا تو دوسرے کپڑے پہننے کو کہاں ہیں" شہباز نے کہا اچھا تو ان کو الٹا ہی کر کے پہن لو۔ فریدوں نے کہا ہاں یہ ہوسکتا ہے" چنانچہ دونوں بہن بھائیوں نے ایک درخت کی آڑ میں کپڑے الٹے کر کے

Taj Tahir Foundation

پہن لئے ۔ پھر تینوں چل کھڑے ہوئے ۔

چلتے چلتے ایک شہر میں داخل ہوئے ۔ فریدوں نے شہباز سے کہا کہ ہمیں بڑی زور کی بھوک لگ رہی ہے ۔ اگر تھوڑی دیر ہم دونوں کو کھانا نہ ملا تو ہمارا دم نکل جائیگا ۔" شہباز نے کہا "اچھا کسی سرائے میں چلو" تینوں ایک آدمی سے سرائے کا پتہ پوچھکر وہاں پہنچ گئے ۔ شہباز نے اپنے پاس سے ایک اشرفی بھناکر بھٹیارے سے کھانا خریدا ۔ اور تینوں نے ملکر کھایا ۔

فریدوں نے شہباز سے کہا کہ "اب ہم اپنے ملک کس طرح پہنچیں ۔" شہباز ہنسکر بولا "واہ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ بھوک لگی تنور کی سوجھی ۔ پیٹ بھرا دور کی سوجھی ۔ ابھی سے آپکو اپنے ملک واپس جانے کی بھی پڑ گئی ۔ ابھی سے آپکے جسم میں اچھی طرح جان تو آئی نہیں ہے ۔ پھر ......" فریدوں بات کاٹکر بولا ہاں بھائی جہاں تک جلد ممکن ہو ہمیں گھر پہنچنا چاہئے ۔ خدا معلوم ابا جان اماں جان کا ہماری مفارقت کے غم میں کیا حال ہو رہا ہوگا ۔

شہباز ۔ "اچھا گھبراؤ نہیں ۔ دیکھو اللہ نے چاہا تو دس پانچ دن میں آپکے جانے کا انتظام ہو ہی جائیگا ۔ مجھے بھی جلدی ہے کہ کسی طرح اپنے کام کو انجام دیکر جلد اپنے ملک پہنچوں ۔"

فریدوں ۔ ہاں آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ کون ہیں اور کہاں تشریف لئے جا رہے تھے کہ ہم بد نصیب نیم جان آپکو نظر پڑ گئے اور آپ نے ہم پر مہربانی کی ۔"؟

شہباز ۔ میں شاہ اندلس کا لڑکا ہوں ۔ مجھے والد نے تانبے کے شہر کی تلاش میں بھیجا تھا ۔ مگر تانبے کا شہر نہیں ملا ۔ اتفاق سے میں ایک امیر کے یہاں پہنچ گیا ۔ اسکی بیوی نے مجھے تانبے کے شہر کا پتہ اس شرط پر بتانے کا وعدہ کیا کہ میں چین جاکر چین کے ولیعہد سرخاب کے دوست پطرس نامی سے سرخاب کی شادی کی انگوٹھی جو اس نے سرخاب سے لی ہے ۔ حاصل کرکے لاؤں ۔ چنانچہ میں اللہ پر توکل کرکے اس سے انگوٹھی لینے چین کی طرف جا رہا تھا ۔ اگرچہ مجھے اس سے انگوٹھی ملنے کی ذرا بھی امید نہیں ہے ۔"

فریدوں نے پطرس کا نام سنکر کہا کہ "اس سے تو میری پرانی دوستی ہے اور اس کے ابا جان شاہ چین کے سفیر کی حیثیت سے ابا جان کے دربار میں آیا کرتے ہیں ۔ اگر میں اس سے کہوں تو وہ میرے کہنے سے انگوٹھی ضرور دیدیگا ۔ آپ میرے ساتھ ہی میرے ملک چلیں ۔ پھر نتیجہ ہو جائیگا ۔" شہباز نے کہا کہ اگر آپ اپنے دوست سے مجھے انگوٹھی دلوادیں تو میں آپ کا بیحد مشکور ہوں گا ۔"

فریدوں ۔ ضرور ضرور ۔ تشکر کی کیا ضرورت ہے ۔ بلکہ میں ہی اس احسان عظیم کا شکر

Taj Tahir Foundation

ادا کرنے سے قاصر ہوں کہ آپ نے ہمکو تابوتوں میں سے نکالا۔ اور آپکے اس احسان کو عمر بھر فراموش نہ کروں گا۔" چونکہ رات ہوگئی تھی۔ اس لئے تینوں سو گئے۔

(۶)

صبح ہوتے شہباز نے سرائے کے بھٹیارے سے پوچھا کہ بھئی یہاں سے کوئی قافلہ ملک مصر کو بھی جانے والا ہے یا نہیں؟۔ بھٹیارے نے جواب دیا کہ "ہاں صاحب یہاں ایک بستی میں ایک قافلے کی تیاریاں ہو تو رہی ہیں۔ معلوم وہ کہاں جائیگا"۔

شہباز۔ "ذرا ہمیں اس قافلے کے سردار کے پاس لیچلو۔ پھر ہم اُس سے سب کچھ پوچھ لیں گے۔ یہ تمہارے حقہ پان کے لئے پانچ روپئے ہیں"۔

بھٹیارہ روپئے لیکر بہت خوش ہوا اور ان تینوں چھوٹے مسافروں کو قافلے کے سردار کے پاس لیگیا اور اس سے ان کا تعارف کرا کے چلا آیا۔

رسمی باتوں کے بعد شہباز نے سردار سے پوچھا کہ "آپ کا قافلہ کس ملک کی طرف جارہا ہے؟" سردار نے جواب دیا کہ "ملک مصر کی طرف جارہا ہے"۔ یہ سنکر یہ تینوں ننھے مسافر بہت خوش ہوئے۔ شہباز نے خوش ہوتے ہوئے کہا کہ "اگر آپ مہربانی کرکے ہماری بھی سرپرستی بھی قبول فرمالیں تو بڑی عنایت ہوگی"۔

سردار۔ "بہت اچھا آپ لوگ اپنا اسباب وغیرہ لے آئیے۔ کل تڑکے ہی قافلہ روانہ ہو جائیگا"۔

شہباز۔ "صاحب! ہمارا اسباب ہی کیا ہے۔ بس ایک گھوڑا ہے جو باہر کھڑا ہے اور بس ایک یہ کبوتر جو میرے ہاتھ میں ہے۔ سوائے اُن دو چیزوں کے اور کچھ نہیں ہے"۔ سردار کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ لڑکے اس بے سروسامانی سے وہاں کیوں جارہے ہیں۔ اُس نے زیادہ پوچھ گچھ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ فریدوں شہباز اور سردار میں ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ دن بھر وہ تینوں سردار کے پاس رہے اور وہیں سردار کے یہاں ان کے رات بسیرے کا بھی انتظام ہوگیا۔

رات کو سونے کے لئے جب فریدوں اپنا زریں لبادہ جو وہ الٹا زیب تن کئے ہوئے تھا۔ آہستہ آہستہ اُتارنے لگا تو یکایک اسکا دامن سیدھا ہوگیا۔ جس کے جگمگاتے زریں کام سے سب کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ سردار یکلخت چونک پڑا اور فریدوں سے وہ لبادہ دیکھنے کو طلب کیا۔ فریدوں نے مجبوراً کچھ شرماتے ہوئے وہ لبادہ سردار کو دیدیا۔ لبادہ کو بالکل سیدھا کرکے اور لبادہ کے کندھے پر

Taj Tahir Foundation

"ولیعہد مصر" لکھا ہوا دیکھنے سے مبہوت ہوگیا + اور دانتوں میں انگلی دباکر فریدوں سے پوچھنے لگا کہ "کیا آپ شہزادے فریدوں ہیں" + اس نے شرماتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا کہ "جی ہاں" + سردار بولا کہ "آپ یہاں کہاں ؟ آپ کی جدائی کے غم میں تو شاہ مصر اور ملکہ روتے روتے نابینا ہو گئے ہیں ۔ تمام ملک میں انکو اور انکی بہن کو تلاش کروالیا ۔ مگر آپکا کہیں پتہ نشان نہیں ملا + ہاں انکو اور انکی بہن کو تو کوئی درندہ اٹھالیگیا تھا + اچھا انکی بہن کہاں ہیں ؟"

فریدوں ۔ (ہنسکر) "یہ کیا انکی سامنے بیٹھی ہوئی ہے ۔"

سردار ۔ "اچھا یہ ہیں" یہ کہکر اسکو گود میں اٹھالیا +

فریدوں ۔ "تو کیا آپ ملک مصر کے ہی باشندے ہیں ؟"

سردار ۔ "ہاں میں وہیں کا باشندہ ہوں + تو جلدی بتائیے کہ آپ دونوں یہاں اتنے دور اس ملک میں کیسے تشریف لائے اور کیوں لائے ۔ غالباً آپ تو یہاں کا راستہ بھی نہ جانتے ہوں گے ۔"

فریدوں نے اپنا تمام قصہ اس سردار کو سنایا + سردار کو یہ قصہ سنکر سخت تعجب ہوا اور کہا "علاوہ دوست ہونے کے چچا کے بیٹے نے تمہارے ساتھ ایسی شرمناک بیوفائی کی" + پھر اس نے ہرمز کو بہت ہی برا بھلا کہا + اور فریدوں و شبینہ کو گلے سے لگایا ۔ اور بہت کچھ ان کو تسلی و تشفی دی +

اب تو سردار کی خوشی کا کیا پوچھنا ۔ وہ یہ سوچکر اپنے دل میں پھولا نہیں سماتا تھا کہ جب میں ان دونوں بچوں کو بادشاہ کے پاس لیجاؤں گا ۔ تو وہ کتنا خوش ہوگا ۔ اور نہ معلوم وہ کیسے کیسے انعام خلعت فاخرہ اور خطاب مجھے عطا کرے گا + بہر کیف دوسرے روز علی الصبح قافلہ تیار ہوکر روانہ ہوگیا +

کئی منزلیں طے کرنے کے بعد رات ہوگئی ۔ اور قافلے نے رات بسر کرنے کے واسطے ایک گھنے جنگل میں پڑاؤ ڈالدیا + صبح ہوتے معلوم ہوا کہ فریدوں اور شبینہ خیمہ سے غائب ہیں ۔ انکے سونے کی جگہ خالی پڑی ہے ۔ سردار اور شہباز سناٹے میں آگئے ۔ تمام قافلے میں ایک کھلبلی مچ گئی + تھوڑی دیر میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قافلے میں سے دو آدمی اور غائب ہیں + جن کی بابت ایک شخص سے معلوم ہوا کہ وہ فریدوں کے چچا کے غلام تھے + سردار فوراً سمجھ گیا کہ یہ انہیں کی حرکت ہے + وہ بچوں کو جنگل میں دور لیگئے ہیں اور ان کو مارڈالیں گے ۔ اور اپنے آقا سے اس واقعہ کو بیان کرکے اور اپنی اس کارگذاری کی خبر سناکر انعام حاصل کریں گے + سردار نے اسی وقت انکی تلاش میں ادھر ادھر دو آدمی دوڑائے ۔ مگر بے سود + ڈھونڈتے ڈھونڈتے بہت دور نکل گئے ۔ مگر کہیں ان کا پتہ نشان نہ ملا

اور تھک کر واپس آ گئے + سردار روتا ہوا سے قافلے کے چل پڑا + شہباز نے خیال کیا کہ اب میں ملک مصر جاکر کیا کروں گا" لہٰذا وہ قافلے سے علیحدہ ہوکر کبوتر کی رہبری میں ملک چین کی طرف چلدیا +

راستے میں اسکو شیخ کی دی ہوئی جادو کی انگوٹھی کا خیال آیا اور دل میں سوچا کہ لاؤ اس انگوٹھی سے پوچھوں کہ فریدوں اور شبینہ ابھی تک زندہ ہیں کہ نہیں اور وہ آدمی کس طرف ان کو لیگئے ہیں + چنانچہ انگلی جو اٹھائی تو انگشتری ندارد + سمجھ گیا یہ بھی انہیں غلاموں کی بدمعاشی ہے ۔ رات کے پہلے حصے تک تو وہ میرے پاس موجود تھی ۔ بیشک انہیں نے میری انگوٹھی چرائی ہے + اسکے بعد وہ سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا چلدیا +

(۷)

اب شہزادہ شہباز کو یہیں چھوڑو ۔ اور اب فریدوں و شبینہ کی خبر لینی چاہئے +

وہ دو آدمی جو قافلے میں سے رات کے وقت فریدوں اور شبینہ کو لے اڑے تھے ۔ حقیقت میں ہرمز کے غلام تھے + ہرمز نے فریدوں اور شبینہ کو (جب وہ زہر میں آلودہ سیب منہ میں رکھتے ہی بیہوش ہوگئے) تابوت میں بند کرواکر ان غلاموں کے ذریعے سے بہت دور پہاڑ پر رکھنے کو بھیجے تھے + چنانچہ وہ ان تابوتوں وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر رکھکر اس قافلے کے ساتھ ملک مصر واپس جا رہے تھے +

جب فریدوں اور شبینہ اس قافلے کے سردار کے پاس آئے تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی + انہوں نے آپس میں کچھ فیصلہ کرکے بھیس بدل لیا تاکہ فریدوں ان کو شناخت نہ کرسکے + اب وہ بڑے حیران اور پریشان ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کس طرح زندہ ہوکر تابوتوں میں سے نکل بھاگے + شب کو جب فریدوں نے سردار کو اپنا قصہ بیان کیا تو انہوں نے بھی اول سے آخر تک سنا ۔ اور دونوں آپس میں چپکے چپکے کہنے لگے کہ بس اب ہماری موت ہے ۔ یعنی ہرمز اور اسکے باپ نے ان دونوں کو زندہ دیکھ لیا ۔ اور اگر انہوں نے بھی ہمکو بے قصور خیال کیا تو بادشاہ تو ضرور ان کو دیکھکر اور یہ واقعہ سنکر ہمکو تلوار کے گھاٹ اتاریں گے + اگر ہم موت سے بچنا چاہتے ہیں تو اسکی سب سے بہتر یہی ہے کہ بس ان کا خاتمہ ہی کر ڈالنا چاہئے + اور وہ جادو کی انگشتری بھی شہباز سے کسی طرح حاصل کرنی چاہئے ۔ جس نے شہباز کو فریدوں اور شبینہ کے تابوت میں لیٹے رہنے کی تدبیر بتائی تھی ۔ مبادا وہ پھر شہباز کو ان دونوں کے خاتمہ کی خبر بتادے کہ سب بھانڈا پھوٹ جائے +

Taj Tahir Foundation

نصف رات کے قریب جبکہ سارے قافلہ پر نیند کا نشہ شباب پر تھا۔ وہ دونوں غلام اُٹھے + پہلے انہوں نے شہباز کی انگلی میں سے انگوٹھی نکالی۔ اسکے بعد سوتے ہوئے فریدوں اور شبینہ کو کمبلوں میں لپیٹ کر چپکے سے کسی طرف نہایت تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے چلدئے۔ راتوں رات کوسوں دور نکل گئے۔ اور گھنے جنگل میں جاکر دم لیا + صبح ہوچلی تھی + دونوں کو کمبلوں میں سے نکالا۔ لیکن وہ ہنوز ان پر نیند کا نشہ چڑھ رہا تھا + انہوں نے کچھ آنکھیں کھولیں اور فوراً بند کرلیں۔ اسکے بعد سورج کی روشنی سے انہوں نے پوری کھولدیں تو اپنے تئیں کو ایک جنگل میں چچا کے غلاموں کے پاس دیکھکر سخت حیران ہوئے۔ اور مبہوت ہوکر ان کو دیکھنے لگے۔ اور وہ سوچنے لگے کہ کہیں ہم خواب تو نہیں دیکھ رہے +

وہ غلام آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ان کو اب کس طرح ٹھکانے لگایا جائے۔ کیونکہ اس وقت ہمارے پاس کوئی تلوار وغیرہ تو ہے ہی نہیں جو ایسے موقعوں پر بہترین کام دینے والی چیز ہے + بہت کچھ سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک تو کنوئیں میں ڈالدینا چاہئے۔ تاکہ وہ اسمیں مر مرا کر رہجائے اور دوسرے کو کسی درندے کے آگے پھینکدینا چاہئے کہ وہ اسے چیر پھاڑ کر چٹ کرجائے۔ اور قصہ پاک ہوجائے +

فریدوں نے بہت کچھ منت و خوشامد کی۔ انکے ہاتھ جوڑے۔ اور کہا کہ تم ہمیں یہیں چھوڑ جاؤ۔ ہم کبھی اپنے ملک واپس جانے کا نام نہ لیں گے + لیکن جب ظلم و کینہ کی شرکت قوت ہوکے ساتھ ہوتی ہے۔ تو انسان کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوجاتا ہے۔ ان ظالموں کے دل پر فریدوں اور شبینہ کی معصومیت خوف خدا اور بچوں کی خوشامد نے ذرہ بھر بھی اثر نہ کیا۔ اور اسکو دبوچ کر ایک کتے کی طرح کنوئیں میں ڈالدیا + ننھی شبینہ بھی بہت روئی چلائی۔ انکے آگے قدموں پر گر پڑی۔ لیکن ان بیرحموں نے اسکو بھی ایک بھیڑیے کے آگے ڈالدیا۔ وہ اسے منہ میں اٹھا کر لے بھاگا + اسکے بعد وہ دونوں ظالم غلام ان کی طرف سے اپنا خوب اطمینان کرکے کسی شہر کی جانب چلدئے۔ تاکہ وہاں سے کوئی قافلہ مصر کی طرف جاتا ہو وہ اسکے ساتھ جائیں +

(۸)

خدا کے کرشمے عجیب ہیں۔ بھیڑیا شبینہ کو منہ میں دبائے بھاگا چلا جارہا تھا کہ ایک شکاری نے اُسے دیکھا اور فوراً نشانہ باندھکر اس پر تیر چھوڑ دیا۔ جیسے لگتے ہی وہ ایک خوفناک چیخ مار کر گرا اور وہیں ڈھیر ہوگیا +

شکاری نے جلدی سے شبنم کو گود میں اُٹھا لیا - اور کہنے لگا کیسی خوبصورت پیاری پیاری بچی ہے
معلوم یہ کس گھر کی شمع ہے + جسکے گل ہونے سے اسکے پیاروں نے گھروں میں کہرام مچا رہے ہوں گے + یہاں قریب
کوئی آبادی بھی تو نہیں ہے - خدا معلوم یہ بھیڑیا اسکو کہاں سے اُٹھا لایا ہے + یہ دل سے باتیں کرکے اس نے
کچھ شبنم سے پوچھنا چاہا تو وہ ابھی بہت ناسمجھ تھی سوائے اتنا کہنے کے کہ میں اپنے اباجان اور اماں
جان کی بیٹی ہوں - مجھے اور امیر بھائی کو دو آدمی یہاں لائے تھے + کچھ زیادہ کھول کر حال نہ بتا سکی +
شکاری اسکو اپنے گھر لے آیا - چونکہ شکاری کے کوئی لڑکی نہ تھی - صرف ایک لڑکا تھا - اسلئے بہت خوش ہوا
شبنم کو بیٹی کی طرح پالنے پوسنے لگا + شکاری کی بیوی نے اسکو ایسی محبت اور پیار سے رکھا کہ وہ اپنے ماں باپ
کے لاڈ پیار کو سب بھول بھال گئی +

شبنم جب شادی کے قابل ہوگئی تو شکاری نے اپنے لڑکے بہرام کے ساتھ اسکی شادی کردی +
بہرام بڑا بہادر اور اپنے زمانہ کا رستم ثانی تھا + یہ اکثر بادشاہ کے (جس کے ملک ایران میں وہ رہتا تھا) نامی گرامی
پہلوانوں سے شرط بدکر لڑا کرتا اور انکو شکست دیدیا کرتا تھا +

ایک دن بادشاہ کے دربار میں ایک بڑا نامی گرامی پہلوان آیا - جس کی بہادری کی تمام دنیا میں شہرت
ہوگئی تھی + بادشاہ نے ایک منہ مانگا انعام مقرر کرکے بہرام کا اور اس پہلوان کا مقابلہ
کروایا - جس میں بہرام کی فتح ہوئی +

چنانچہ حسب وعدہ بادشاہ نے بہرام سے پوچھا "بولو کیا چاہتے ہو" - بہرام نے گردن جھکا کر
شرماتے ہوئے کہا "حضور مجھے اپنی فوج کا سپہ سالار کردیجئے +" بادشاہ نے خوش ہو کر کہا بیشک تم
اس عہدے کے قابل ہو بھی + چنانچہ بادشاہ نے اسی وقت سپہ سالاری کے عہدہ کا پروانہ لکھکر بہرام
کو دیدیا + اب کیا تھا - شبنم امیرزادیوں کی رہنے لگی + بیشک دکھ کے بعد سکھ ضرور ہے +

اب فریدوں کی سنئے - دو دن تک وہ اس کنوئیں میں پڑا اپنی قسمت کو پھوٹ
پھوٹ کر روتا رہا + یکایک اسکی قسمت چمکی - کہ ایک کسان اپنے ہل بیل لیجاتا ہوا شام کے وقت اس
کنوئیں کی طرف سے گذرا + اور اپنے بیل کو پانی پلانے کو کنوئیں میں ڈول ڈالا + کسان کو ڈول بھاری بھاری
معلوم ہوا تو اس نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا کہ یہ کیا معاملہ ہے - کیا دیکھتا ہے کہ ڈول میں ایک خوبصورت

Taj Tahir Foundation

لڑکا بیٹھا ہے - چنانچہ اس نے اپنے بیل کی مدد سے ڈول اوپر کھینچا - فریدوں کو ڈول میں سے نکال کر پنگھٹ پر بٹھایا + جب وہ اپنے بیل کو پانی پلا چکا - تو وہ فریدوں سے پوچھنے لگا کہ تم کنویں میں کیسے گر پڑے اور اس جنگل میں کہاں سے آئے ہو؟ فریدوں نے رو کر جواب دیا کہ "مجھے دو آدمی یہاں لائے تھے اور مجھے کنویں میں گرا کر چلے گئے - میرے ساتھ میری بہن بھی تھی - نہ معلوم اسکا انہوں نے کیا حشر کیا؟" یہ کہکر وہ رونے لگا - یہاں تک کہ اسکی ہچکیاں بندھ گئیں +

کسان نے اسکو دلاسا دیکر اس سے پوچھا کہ "تم کس کے لڑکے ہو +" فریدوں نے جواب دیا کہ "میں ہوں تو ایک بادشاہ کا لڑکا - مگر تقدیر کی گردش نے فقیر سے بدتر بنا کر دیا ہے" - کسان نے کہا کہ "میرے گھر چلو میں تمہیں آرام سے رکھوں گا + مجھے اپنے ملک کا راستہ معلوم نہیں ہے - ورنہ تمکو میں وہیں پہنچا دیتا +" فریدوں نے کہا کہ چلئے خوشی سے چلتا ہوں +" کسان فریدوں کے لئے ایک مہربان ثابت ہوا - اور وہ اسکے ساتھ چلا گیا +

گھر پہنچکر کسان نے اپنی بیوی سے کہا میں تمہارے لئے ایک خوبصورت لڑکا لایا ہوں - اسے بیٹے کی طرح پالو +" کسان کی بیوی اسے دیکھکر بیحد خوش ہوئی - اور جوش مسرت سے ناچنے لگی - اور کہنے لگی "میں اسے بڑے آرام سے رکھوں گی - اور ~~اسے بیٹے کی طرح پالوں گی~~ اسکا بیاہ رچاؤں گی"

کسان - "ہاں اسکو خوب آرام سے رکھنا - کیونکہ یہ کسی بادشاہ کا لڑکا ہے - اسے بہت عیش آرام سے رہنے کی عادت ہوگی +

~~فریدوں~~ بیوی - "اے ہے کسی بادشاہ کا ہے - اگر پتہ لگ گیا تو کہیں ہم سے چھین نہ لیا جائے" +

فریدوں - اب بھلا ہمارے ابا جان اماں جان زندہ ہوں گے - ہمارے غم میں تو وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں گے - اور ان کی جگہ ہمارا دشمن انکے ملک پر حکومت کر رہا ہوگا +" یہ کہکر وہ رونے لگا +

کسان کی بیوی دوپٹے کے آنچل سے اسکے آنسو پونچھکر بولی "بیٹا رو مت - اب تو اپنے ملک اور اپنے ابا اماں کو بھول جا - اور ہمکو ان کی جگہ سمجھ + ہاں بیٹا تو یہ تو بتا تو اپنے ماں باپ سے کیسے بچھڑا - اور تو کہاں کے بادشاہ کا بیٹا ہے؟"

کسان - "ابھی اس سے بس سارے قصے کہانی پوچھ ڈالوگی - ذرا اسے آرام کر لینے دو + بھوکا ہے کھانا وغیرہ کھلاؤ" چونکہ کسان کے کوئی اولاد نہ تھی - اس لئے وہ فریدوں کو بڑی محبت سے رکھنے لگا + اور اسکو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھنے لگا +

فریدوں کسان کے ساتھ کھیتوں خوب محنت سے کام کرتا - اور اسکے ہر کام میں اسکا ہاتھ بٹاتا +

Taj Tahir Foundation

جس کی وجہ سے کسان خوب مالدار ہونے لگا +

اسی طرح فریدوں کو کسان کے پاس رہتے ہوئے کئی سال ہو گئے + کبھی کبھی وہ اپنے ماں باپ اور بہن کو یاد کر کے دو دو آنسو بھی بہا لیا کرتا تھا +

(۹)

فریدوں کے پاس گو اس وقت دولت تھی نہ ثروت - عزت تھی نہ سطوت - مگر پھر بھی شہزادہ تھا اور شاہی مزاج رکھتا تھا + شکار کا وہ بچپن سے دلدادہ اور شوقین تھا + روز وہ صبح کے وقت کسان سے اجازت لیکر دریا پر مچھلیوں کا شکار کرنے جایا تھا +

حسب معمول صبح کے وقت کسان سے اجازت لیکر وہ دریا پر مچھلیوں کا شکار کرنے گیا - اور پانی میں جال ڈالکر کنارے پر بیٹھ گیا + جب بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہوگئی - اور بدن دکھنے لگا - اور جال میں کوئی مچھلی نہ آئی تو غصہ میں یہ کہکر کہ "اب کے کوئی مچھلی نہ آئی تو شکار کھیلنا چھوڑ دوں گا" دوبارہ جال دریا میں ڈالدیا + تقریباً پندرہ منٹ کے بعد جال یکایک وزنی معلوم ہوا اور خوشی میں یہ سوچکر کہ آج شاید دریا کی سب سے بڑی مچھلی آگئی ہے جال اوپر کھینچا - تو اُسے کچھ اور ہی ماجرا نظر آیا - یعنی جال میں ایک خوبصورت سونے کا تاج الجھا ہوا ہے + وہ بڑا متعجب ہوا - کہ "تاج کس بادشاہ کا ہے اور دریا میں کیسے گر پڑا" + بہر کیف وہ اس تاج کو چھپا کر یہ سوچتا ہوا کہ "کسان اس سونے کے تاج کو دیکھکر کتنا خوش ہوگا - شاید اب اسے تو کھیتی باڑی کرنے کی ضرورت پڑے گی نہیں" اپنے گھر لے آیا +

کسان فریدوں کے ہاتھ میں یہ سونے کا تاج دیکھکر دنگ رہ گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا "یا اللہ یہ بادشاہ کا کہاں سے لے آیا" پھر اس سے دریافت کیا کہ یہ تمہیں کہاں سے ملا - فریدوں نے ہنسکر جواب دیا کہ "جال میں مچھلیاں پکڑتے وقت الجھ کر آگیا تھا" کسان نے خوش ہوکر کہا کہ اچھا اسکو جلدی ہی کسی سنار کے ہاتھ بیچ ڈالنا چاہئے - ورنہ کوئی نیت خراب دیکھکر گھر میں سے چرا کر لے جائیگا +

"بیوی - کتنے کی مالیت کا ہوگا -

کسان - تقریباً پچاس ساٹھ ہزار کا ضرور ہوگا +

فریدوں - بلکہ میرے خیال میں اس سے زیادہ کا ہی ہوگا +

Taj Tahir Foundation

اب تو دونوں میاں بیوی خوشی سے ناچنے لگے اور فریدوں کو کسان نے گود میں اٹھا کر کہا "پیارے فریدوں یہ خوشی تیرے ہی بدولت ہے" - فریدوں نے ہنسکر کہا "جس پر خدا کی خاص رحمت ہوتی ہے وہ اسکو اسی طرح چھت پھاڑ کر دیتا ہے" +

دوسرے دن کسان مع فریدوں کے تاج کپڑے میں چھپا کر اسکو فروخت کرنے گاؤں سے شہر گیا + شہر میں پہنچکر کسان نے وہ تاج ایک بہت بڑے مالدار سنار کو دکھایا +

سنار کی دوکان ایک بڑے بازار کی سڑک پر تھی - اس لئے سیکڑوں راہ گیر جس سونے کے تاج کو دیکھنے کھڑے ہوگئے - اور سب میں چپکے چپکے کانا پھوسی ہونے لگی - کوئی کہتا تھا کہ "یہ کوئی بڑے بھاری چور ہیں - جو بادشاہ سلامت کا تاج چرا لائے ہیں" - کوئی فریدوں کی طرف اشارہ کرکے کہتا تھا کہ "یہ بادشاہ سلامت کا رشتہ دار ہے - اور ان کا تاج چرا کر اس آدمی کے ذریعہ سے یہاں بیچنے آگیا ہے"

غرض اسی قسم کی اس مجمع میں جو دوکان پر لگا ہوا تھا چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں +

اسی اثنا میں کسی نے اس معاملے کی کوتوال شہر کو بھی خبر کردی - اور وہ تھوڑی دیر میں آکر دونوں کو مع تاج کے گرفتار کرکے لیگئی - اور بادشاہ سلامت کے دربار میں پیش کیا +

بادشاہ نے کسان سے دریافت کیا کہ "یہ تاج تمہیں کہاں سے ملا؟" - کسان نے جواب دیا "حضور میں سچ کہتا ہوں - خواہ آپ یقین فرمائیں یا نہ فرمائیں - یہ تاج اس لڑکے کو جو میرے ساتھ ہے - دریا میں سے ملا ہے - جب یہ دریا میں جال ڈالے مچھلیاں پکڑ رہا تھا - تو یہ اسمیں الجھ کر آگیا + اگر میں اسے چرا کر لاتا تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میں اسے یوں کھلم کھلا بازار میں بیچنے کو لاتا + ؟

بادشاہ یہ سنکر فریدوں کو بڑے غور سے دیکھکر اور گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا +

آدھ گھنٹے کے طویل سکوت کے بعد وہ یکایک چونک کر تخت پر کھڑا ہوا - گویا ایسا معلوم ہوا کہ معاملے کی تہہ کو پہنچ گیا ہے - اور پھر یوں بولا

"میری معزز رعیت! تم سب کو معلوم ہے کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے - جو میرے بعد تمہاری حفاظت کرتی - میں نے ایک دن یہ سوچ کر اپنا یہ تاج دریا میں ڈالدیا تھا کہ "جس خوش قسمت کے ہاتھ یہ تاج آگیا - اسی کو میں اپنا ولیعہد بنالوں گا" چنانچہ اس لڑکے کی قسمت چمکی ہے - لہٰذا میں خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ ہونہار لڑکا جس کی شرافت اور قابلیت اسکی شکل و صورت سے معلوم ہورہی ہے - میری ولیعہدی کے

Taj Tahir Foundation

واسطے بھیجا ہے۔ اب کل اسکی ولیعہدی کی رسوم ادا ہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ تم سب کو میرے خیال سے اتفاق ہوگا"
یہ تقریر سنکر دربار میں ایک سناٹا سا طاری ہوگیا۔ سب حیرت سے منہ میں انگلی دبائے ایک دوسرے کا
منہ دیکھ رہے تھے + کیونکہ ہر شخص بادشاہ کے اس ارادہ کو بہت بُرا سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک دہقان کے لڑکے کو اپنا
ولیعہد منتخب کرتا ہے + مگر جو کوئی اس خیال کو زبان پر لاتا وہ دربار سے فوراً نکال دیا جاتا + مگر جب سب کو یہ
یقین ہوگیا کہ بادشاہ اپنے ارادہ کا پکّا ہے۔ تو انہوں نے بادشاہ کو خوش کرنے کے واسطے "خدا بادشاہ اور
ولیعہد کو سلامت رکھے" کے نعرے لگائے۔ جس سے دربار کا تمام کمرہ گونج اُٹھا + اسکے بعد رفتہ رفتہ دربار سے
سب آدمی سوائے فریدوں اور کسان کے اُٹھ گئے +

بادشاہ نے فریدوں اور کسان کو اپنے قریب بلایا جو نہایت عالم استعجاب میں یہ سب معاملہ دیکھ
سُن رہے تھے + دونوں بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے +

بادشاہ ۔ (کسان سے) "تمہارے کتنے بیٹے ہیں"؟

کسان ۔ (فریدوں کی طرف اشارہ کرکے) "حضور بس اسی کو سمجھئے" +

بادشاہ ۔ "کیوں سمجھئے کے کیا معنی ۔ یہ گول بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی"؟

کسان ۔ "جہاں پناہ اصل بات یہ ہے کہ میرے تو کوئی اولاد نہیں ہے ۔ میں نے اس لڑکے کو
ایک جنگل کے کنوئیں میں سے نکالا تھا ۔ اور اپنا بیٹا بنالیا تھا + یہ اپنے کو کسی بادشاہ کا بیٹا بتاتے ہیں +"

بادشاہ کسان کی یہ پیچیدہ بات سنکر مبہوت ہوگیا اور دل میں کہنے لگا کہ "بیشک یہ کسی بادشاہ وزیر کا
ہی لڑکا معلوم ہوتا ہے" پھر فریدوں سے مخاطب ہوکر بولا کہ "بیٹا ذرا بتاؤ تو سہی کہ تم کس ملک کے بادشاہ کے
لڑکے ہو ۔ اور تمہاری تقدیر کس طرح گردش میں آگئی" + یہ کہکر اسکو اپنے تخت پر بٹھالیا اور اسکے سر پر جو
تسلی کا ہاتھ پھیرا تو وہ رو دیا + بادشاہ کے اصرار کرنے پر فریدوں نے آنسو پونچھکر مختصراً یوں کہا ۔

"حضور میں ملک مصر کا اکلوتا بیٹا ہوں ۔ میرے چچا کا لڑکا ظاہر میں تو ایک وفادار سچا دوست
لیکن باطن میں ایک خطرناک جانی دشمن تھا" غرض اس نے اسی طرح "الف" سے لیکر "ی" تک
اپنی درد بھری کہانی کہہ سنائی + جسکو سنکر بادشاہ آبدیدہ ہوگیا ۔ اور بہت افسوس کیا ۔ اور بولا کہ "میں تمہارے
والد صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ اور ان سے تمہیں بہت جلد ملادوں گا ..... +

فریدوں بات کاٹکر بولا ۔ "خدا معلوم ہمارے والدین ابھی تک زندہ ہوں گے ۔ یا نہیں"؟

Taj Tahir Foundation

بادشاہ ۔ (اسکو دلاسا دیکر اور اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر) "وہ نہیں زندہ ہونگے ۔ اگر خدانخواستہ فوت ہو گئے ہوتے تو ہمکو ضرور اطلاع ہوتی ۔ ہاں تو تم اپنے اباجان کے ولیعہد تو ہو ہی ۔ اب تم میرے بھی ہو ۔ اور آج سے یہ سب ملک تمہارا ہے +" پھر کسان سے مخاطب ہوکر بولا کہ "تم نے اس شہزادے پر بہت بڑا احسان کیا ہے تم اپنی بیوی کو بھی یہیں شہر میں لے آؤ اور یہاں آرام سے رہا کرو ۔ جتنا خرچ تمہیں درکار ہوا کرے ۔ بلا تکلف ہمارے خزانے سے لے لیا کرو +"

(۱۰)

دوسرے دن فریدوں کی ولیعہدی کی رسم ادا ہوئی ۔ بادشاہ نے اس دن ایک بہت بڑا دربار کیا ۔ جس میں ہر امیر وغریب کو آنے کی اجازت تھی + اس میں بادشاہ نے ایک زبردست تقریر کی ۔ جس میں اس نے فریدوں کا تمام قصہ بھی بیان کیا + جسے سنکر ہر کس و ناکس نے بڑا تعجب کیا اور خدا کی قدرت کو یاد کیا ۔ اور سب نے فرط مسرت میں "خدا ہمارے بادشاہ کے ولیعہد کو سلامت رکھے" کے پرجوش نعرے لگائے ۔ اور سب نے تالیاں بجا بجاکر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا +

بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے فریدوں کے سر پر وہ سونے کا تاج رکھا جو فریدوں کو دریا میں ملا تھا + اسکے فریدوں نے اپنے ہاتھ سے ہر شخص کو ایک ایک ریشمی رومال جس میں مٹھائی بندھی ہوئی تھی ۔ اور ایک ایک خلعت تقسیم کیا +

بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین امیروں وزیروں کی ترقیاں کیں اور انکے عہدے بڑھائے + اپنے دار الخلافے میں ایک لنگر جاری کیا ۔ جس میں آٹھ روز تک رعایا نے کھانا کھایا + اور ناچ رنگ دیکھے +

بادشاہ اور رعایا اسی رقص و سرور میں مصروف تھے کہ ایک دن جاسوس نے نہایت پریشانی کے عالم میں آکر بادشاہ کو خبر دی کہ "جہاں پناہ! کسی بادشاہ کی فوج آپکے ملک کو فتح کرنے آرہی ہے +" یہ اندوہناک خبر سنکر بادشاہ کے حواس باختہ ہوگئے ۔ تمام خوشی رفو چکر ہوگئی ۔ اور فوراً اپنے وزیر اعظم اور سپہ سالار کو مقابلہ کے لئے فوج تیار کرنے کا حکم دیا +

ایران کے بادشاہ کی فوج ایک سپہ سالار کے ماتحت اس بادشاہ کے ملک میں داخل ہوئی ۔ اور اسکی دار السلطنت کے باہر چھاؤنی ڈالدی ۔ اور ایک قاصد کے ذریعہ سے اپنے بادشاہ کا فرمان

یہاں کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ جس میں لکھا تھا کہ اپنا سارا ملک ہمارے ملک کی حدود میں داخل کرو اور ہمیں اپنا شہنشاہ تسلیم کرو۔ یا اپنی اور اپنے متعلقین کی موت قبول کرو۔

بادشاہ یہ اندھیر نگری کا حکم سنکر آگ بگولا ہوگیا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ "جاؤ اس مغرور بادشاہ کی فوج کی سرکوبی کرکے اسکو ہمارے ملک سے نکال دو۔"

فریدوں عقلمند تھا۔ اور اپنے ملک میں اکثر ایسے معاملات دیکھا کرتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا "حضور ٹھیریئے۔ ابھی فوج کشی کا حکم صادر نہ فرمائیے۔ پہلے سپہ سالار کو ذرا نرمی اور ملائمت سے سمجھانا چاہیئے اور اس سے کہنا چاہیئے کہ تم جو دوسروں کا حق زبردستی چھیننے کے واسطے آئے ہو۔ تو اسکا جواب خدا کو دینے کے لئے کیا سوچ رکھا ہے۔ اور ہمارے ملک پر یہ فوج کشی کس قانون کی رُو سے جائز ہے۔ ممکن ہے وہ کچھ سمجھانے اور بجھانے سے اپنے ملک بغیر جنگ کئے واپس چلا جائے۔ ورنہ اسکے بعد تلوار کا جواب تلوار سے دیجئے گا۔"

بادشاہ نے اسکی رائے سے اتفاق کرکے کہا کہ "اب اس کام کو کون انجام دے۔ اگر تمہیں انجام دو تو کچھ مفید نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کیونکہ تم اچھے شیریں گفتار ہو۔ ممکن ہے تمہاری کوئی بات اس کے دل پر اثر کرجائے۔" فریدوں نے جھک کے جواب دیا کہ غلام اس کام کے لئے بسر و چشم حاضر ہے۔

فریدوں ایک شخص کو اپنے ساتھ لیکر دشمن کی فوج کے سپہ سالار کے پاس گیا۔ سپہ سالار نے بڑے تپاک سے اسکا استقبال کیا اور نہایت عزت کے ساتھ خیمہ میں لیگیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر لڑائی کا ذکر آیا تو فریدوں یوں گویا ہوا۔

فریدوں۔ آپ مجھے پہلے اس امر کا جواب دیجئے کہ دوسروں کا حق بلا وجہ بلا قصور زبردستی چھیننا دنیا کی کس حکومت کے قانون میں ہے۔ جس کی رُو سے آپ ہم سے برسرپیکار ہونے آئے ہیں

سپہ سالار۔ میں سوائے اسکے اور کچھ جواب نہیں دے سکتا کہ میں اپنے آقا کا فرمانبردار ہوں جو حکم وہ صادر کرتے ہیں۔ اسکے بجالانے اور تعمیل میں مجھے کسی عذر و انکار کا حق نہیں ہے۔

فریدوں۔ بیشک آپکا یہ کہنا صحیح ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپکے بادشاہ سلامت کو اس طرح ملک لینے میں کیا فائدہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کا کشت و خون ہونے کے علاوہ

Taj Tahir Foundation

کروڑ ہا روپئے کا نقصان طرفین کا ہو - بہتر یہ ہے کہ ہم سے ایک کروڑ روپئے کا سالانہ خراج قبول فرمائے +

اس زندگی میں دوسروں کے ساتھ نیکیاں و ہمدردی کرنے اس صلح + کا و ہنسی خوشی سے زندگی کے چند روزہ دن بسر کرنے کے بجائے مخلوق خدا کا دل دکھا کر اور لاکھوں بندگان خدا کا خون ناحق کا بار سر پر لیکر اس دنیا سے رخصت ہونا - اور حشر کے دن احکم الحاکمین کے سامنے ذلیل و خوار ہونا دانشمندی سے بعید ہے "+

سپہ سالار - (شرمندگی سے سر جھکا کر) "اچھا آج قاصد بھیجکر بادشاہ سلامت سے دریافت کرتا ہوں کہ شاہ افغانستان ایک کروڑ روپیہ سالانہ خراج دینا چاہتے ہیں - انکو منظور ہے یا نہیں"

ایک شخص - اگر شاہ ایران خراج پر رضامند ہو جائیں تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے - ہم جنگ و جدل میں کیا رکھا ہے "+

اتنی بات چیت کرکے فریدوں چلا گیا +

سپہ سالار + کا زنانہ خیمہ + اس خیمہ کے متصل ہی تھا - جس میں فریدوں اور سپہ سالار میں مذکورہ بالا گفتگو ہوئی تھی + جب سپہ سالار کی بیوی نے فریدوں کی آواز سنی تو وہ چونک کر اٹھی اور خیمہ سے کان لگا کر کھڑے غور سے اسکی باتیں سننے لگی - اس آواز کو سنکر اسکو کچھ شبہ سا ہوا اور دل میں سوچنے لگی کہ یہ میرا کہیں بھائی تو نہیں ہے - مگر فوراً ہی یہ اسکا خیال بدل گیا اور دل میں یہ کہکر آنکھوں میں بھر لائی کہ ہائے اب وہ دنیا میں کہاں سے آیا - وہ اسکو بھی کسی درندے کے آگے ڈالدیا ہوگا - اور اسکو کس نے بچایا ہوگا"

(ان غلاموں نے ان دونوں بچوں یعنی فریدوں اور شبنم کو ایک ساتھ کنوئیں میں اور بھیڑئے کے آگے پھینکا تھا - اور اس طریقہ سے کہ دونوں کو ایک دوسرے کے اس انجام سے بالکل خبر نہ ہوئی)

وہ اپنے دوپٹہ سے آنسو پونچھ رہی تھی کہ اسکا میاں آگیا - اور اسکو آنسو پونچھتی ہوئی دیکھکر بولا "کیوں رو رہی ہو"؟

بیوی - (آنسو پونچھکر) "کہاں رو رہی ہوں"؟

سپہ سالار - "یہ آنسو کیسے نکلے تھے جو تم نے ابھی پونچھے ہیں"

بیوی - ~~یہ آنسو کیسے~~ "یوں ہی اس لڑکے کی آواز سنکر نکل آئے تھے جو تم سے ابھی باتیں کر رہا تھا - کیونکہ اسکی آواز میرے بھائی + کی آواز سے بالکل ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے - چنانچہ وہ اس وقت یاد آگئے +

اسکے دوسرے دن فریدوں سپہ سالار کے پاس باتیں کرنے کی غرض سے آیا + بہت دیر تک دونوں میں سیاسی و اقتصادی گفتگو ہوتی رہی + باتوں ہی باتوں میں فریدوں نے پوچھا آپکے کتنے بال بچے ہیں اور وہ کہاں ہیں اور کیسی تعلیم پاتے ہیں ۔؟

سپہ سالار ۔ "صرف ایک لڑکا ہے ۔ جسکا نام کیقباد ہے ۔ وہ ابھی شیرخوار ہے اور اپنی انّا کے پاس طہران میں ہے"+!

فریدوں ۔ "آپ اسے اُسکی ماں اپنے پاس کیوں نہیں رکھتیں"!

سپہ سالار ۔ "اُسے اپنے بھائی کے اور ماں باپ کے غم سے تو فرصت ہی نہیں ۔ بھلا وہ بچہ کو سنبھالیں گی ۔ (مسکرا کر) بھئی میں تم سے ایک بات کہنی بھول گیا ۔ بڑے مذاق کی بات ہے ۔!

فریدوں ۔ "فرمائیے"

سپہ سالار ۔ (ہنستے ہوئے) کل آپکی آواز سنکر میری بیوی رونے لگی تھی کیونکہ وہ کہتی ہے کہ میرے بھائی کی آواز آپکی آواز سے بالکل مشابہ ہے ۔ اس لئے اسکو اپنا مرا ہوا بھائی یاد آگیا تھا" یہ کہکر وہ زور زور سے ہنسنے لگا + فریدوں بھی یہ سنکر مسکرانے لگا +

فریدوں ۔ "اسکو اپنے بھائی سے محبت ہوگی"

سپہ سالار ۔ "جی بیحد ۔ جب کبھی اسکو اپنے بھائی کا خیال آجاتا ہے تو وہ گھنٹوں یہ کہہ کہہ کر آنسو بہایا کرتی ہے ۔ ہائے میرے بھائی کا کیا حال ہوا ہوگا ۔ کس درندے کے منہ میں گیا ہوگا ۔ کسی نے اسکو چھڑایا بھی ہوگا یا نہیں"+

فریدوں کو یہ سنکر اپنی بہن کا خیال آگیا اور دل میں کہنے لگا کہ "اف — یہ کہیں میری بہن تو نہیں ہے"+ پھر اس نے ایک سرد آہ بھری ۔ اور دل میں کہنے لگا کہ "اف اب وہ بیچاری دنیا میں کہاں سے آئی ۔ خدا معلوم اسکا ان ظالموں نے کیا حشر کیا ہوگا ۔ اسکو بھی کسی دوسرے کنوئیں ڈالدیا ہوگا ۔ یا کسی درندے کے بھینٹ چڑھا دیا ہوگا"+ یہ خیال کرکے اسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے +

سپہ سالار ۔ "کیوں صاحب آپ رنجیدہ سے کیوں ہوگئے اور یہ آنسو کیوں بہا رہے ہیں"+

فریدوں ۔ (آنسو رومال سے جذب کرکے اور مسکرا کر) "کہاں بہا رہا ہوں"؟

سپہ سالار ۔ "واہ آپ بھی خوب میری آنکھوں میں خاک جھونک رہے ہیں"+

Taj Tahir Foundation

فریدوں - (بات ٹالنے کی غرض سے اور گفتگو کا پہلو بدلکر) ہاں تو پھر آپ بادشاہ سلامت کا حکم آتے ہی فوراً یہاں سے تشریف لیجائیں گے - یا یہاں کچھ دنوں سیر کرنے کا قصد ہے"

سپہ سالار - "آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا"

فریدوں - (ہنسکر) "کون سی بات کا"؟

سپہ سالار - آپ بھی کیا عجب آدمی ہیں - سوال سن لیا ہے اور پھر سوال کے لئے استفسار کرتے ہیں - سچ بتائیے ابھی آپکو کیا خیال آگیا تھا جو آپ اشکبار ہو گئے"؟

فریدوں - (مسکراکر) "یوں ہی اس وقت اپنے گذشتہ واقعات یاد آگئے تھے اور اپنی پیاری بہن کا خیال آگیا تھا"!

سپہ سالار - (متعجب ہوکر) "کیسے گذشتہ واقعات -"

فریدوں - (ایک لمبا سانس لیکر) "جو کچھ مجھ پر گذرے تھے"

سپہ سالار - "کہاں اور کیسے"

فریدوں - (سر جھکاکر) "کیا بتاؤں - میرا قصہ لمبا اور میری کہانی دردانگیز ہے"

سپہ سالار - "آپکے ان فقروں (میرے گذشتہ واقعات اور میرا دردانگیز قصہ) کے سننے سے میری طبیعت کچھ چکر میں آگئی ہے - اور عقل کام نہیں کرتی کہ ایک بادشاہ کے ولیعہد کے کیا گذشتہ واقعات اور ایک شہزادہ کا کیا دردناک افسانہ ہو سکتا ہے"

فریدوں "کیا آپ سننا چاہتے ہیں"؟

سپہ سالار - "بڑے اشتیاق سے ساتھ - بشرطیکہ آپکو تکلیف نہو"

فریدوں - "مختصر کی اجازت چاہتا ہوں - کیونکہ اس وقت زیادہ وقت نہیں ہے -"

سپہ سالار - "صاحب مختصر ہی سنائیے"؟

فریدوں - "میں شاہ مصر کا بیٹا ہوں - میرے ......"

سپہ سالار - (بات کاٹکر) "ہیں کیا آپ شاہ افغانستان کے بیٹے نہیں ہیں"؟

فریدوں - "نہیں - ذرا سنتے جائیے - سب معلوم ہو جائیگا"

Taj Tahir Foundation

سپہ سالار - "ہاں تو جلدی فرمائیے"

فریدوں - "میرے چچا کا لڑکا ظاہر میں دوست اور باطن میں جانی دشمن تھا۔ اس نے مجھے اور میری بہن کو دعوت کے بہانے سے اپنے گھر بلایا - اس نے مجھے اور اسکی بہن نے میری بہن کو دھوکے سے ایک قسم کے زہر میں آلودہ سیب کے ٹکڑے کھلا دئے - جن کے منہ میں رکھتے ہی اسکی تاثیر سے ہم دونوں بیہوش ہو گئے۔ اس نے ہم دونوں کو دو تابوتوں میں بند کروا کر ایک بہت دور دراز ملک میں پہاڑ کی چوٹی پر وہ تابوت رکھوا دئے دو دن تک ہم ان میں بیہوش پڑے رہے - تیسرے دن ایک شہزادہ سفر کرتا ہوا وہاں آ نکلا اور اس نے اپنی جادو کی انگشتری سے ہمارا حال معلوم کرکے ہمکو تابوتوں میں سے نکالا۔ پھر ہم دونوں بہن بھائی مع اپنے اس مہربان شہزادے کے ایک قافلہ کے ساتھ اپنے ملک واپس جا رہے تھے کہ راستے میں حسب معمول ایک جنگل میں قافلہ ٹھیرا۔ اتفاق کی بات دیکھیئے یا ہماری بدقسمتی کہ وہ دو غلام بھی بھیس بدلے ہوئے ہمارے قافلہ میں موجود تھے - جو ہمکو تابوتوں میں بند کرکے انکو پہاڑ پر رکھکر اسی قافلے کے ساتھ ملک مصر واپس جا رہے تھے - مگر ہمکو مطلق خبر نہیں۔ چنانچہ رات کے وقت وہ ہمکو اور غلام ہم دونوں بہن بھائیوں کو سوتے ہوئے بھائیوں کو قافلہ میں سے لے بھاگے اور ایک بیابان جنگل میں لے گئے - جہاں مجھے تو انہوں نے ایک کنوئیں میں ڈال دیا - اور میری بہن کے ساتھ نہ معلوم کیا سلوک کیا" اتنا کہکر وہ آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔

سپہ سالار جو مبہوت ہوکر اس قصہ کو بڑے تعجب سے سن رہا تھا - بولا "اچھا تو آپکی بہن کا نام کیا تھا"

فریدوں - (آنسو پونچھکر) "شبینہ تھا"

اتنے میں سپہ سالار کے زنانہ خیمہ کا پردہ اٹھا - اور ایک خوبصورت نوجوان لڑکی اس میں سے نکل کر جلدی سے فریدوں کے گلے لپٹ گئی - اور زار زار رونے لگی۔

فریدوں نے بدحواس ہوکر تعجب سے اسکا چہرہ دیکھا اور اسکو پہچان کر وہ بھی خوشی کے جوش میں رونے لگا۔ یہ عجیب منظر دیکھکر جتنے آدمی وہاں بیٹھے تھے - دبے پاؤں وہاں سے اٹھ گئے۔ صرف یہ تینوں رہگئے۔

جب وہ دونوں خوب رو دھو چکے تو دونوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ "وہ کس طرح پنجۂ اجل سے بچے" - چنانچہ فریدوں نے اپنی بقیہ آپ بیتی سنائی اور شبینہ نے بھی بتا دیا کہ مجھے

Taj Tahir Foundation

بہت دُور بھاگ کر

اُس ایک غلام نے ایک بھیڑیے کے آگے ڈالدیا - وہ مجھے اُٹھا کر لے بھاگا اور ایک غار میں مجھے لیکر اُترنے والا تھا کہ ایک شکاری (جو میرے اب خسر ہیں) نے اُس کو تیر سے گرا لیا - اور مجھے اپنے گھر لے گیا + اور جب میں شادی کے قابل ہوگئی تو اسکے ساتھ (سپہ سالار کی طرف اشارہ کرکے) میری شادی کردی +

تینوں نے خدا کی قدرت کو یاد کیا اور اسکا شکریہ ادا کیا +

اسکے بعد فریدوں اور نگینہ دونوں شاہ افغانستان کے پاس گئے اور فریدوں نے نگینہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ دیکھئے "یہ میری پیاری بہن ملگئی" - بادشاہ نے پوچھا تو فریدوں نے اسکے ملنے کا قصہ بیان کردیا + یہ سنکر انکو اسکو بہت مسرت ہوئی کہ نگینہ دنیا کے رستم ثانی پہلوان بہرام کی بیوی ہے - پھر نگینہ کو بہت پیار کیا +

شاہ ایران نے خراج لینا منظور کرلیا اور بہرام اپنی فوج اسکے پاس پہنچا کر اور اپنے اس عہدے سے سبکدوش ہوکر شاہ افغانستان کے پاس آگیا اور اسکا وزیر اعظم اور سپہ سالار ہوگیا +

اب فریدوں اور نگینہ نے بادشاہ سے اپنے والدین سے ملنے کے لئے بہت اصرار کیا - اور کہا کہ معلوم ہماری مفارقت میں انکا کیا حال ہوگا - ہمارے خیال میں وہ ہمارے زندہ تو ہوں گے نہیں - اور ان کے تخت پر ضرور میرے چچا کا بیٹا قابض ہوگا + دونوں اشکبار ہونے لگے +

بادشاہ نے ان کو تسلی دیکر کہا کہ "دوست - تمہارے ابا جان و اماں جان زندہ ہوں گے - اگر تخت پر وہ نمک حرام تمہارے چچا کا بیٹا قابض ہوگا تو اسکو کافی سزا دیکر تخت سے دست بردار کردیں گے + اچھا ابھی ہمارے وزیر کو سفر کی تیاری کا حکم دیدو - کل روانہ ہو جائیں گے +

دوسرے دن بادشاہ مع فریدوں نگینہ اور بہرام کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ملک مصر کی طرف روانہ ہوگیا + اور کئی منزلیں طے کرنے کے بعد حسب معمول قافلہ ایک جنگل میں ٹھیرا +

اب ہم اپنے اس افسانے کے ہیرو شہزادہ شہباز سے ناظرین کی پھر ملاقات کراتے ہیں + ناظرین کو یہ تو یاد ہوگا کہ جب فریدوں اور نگینہ اُس قافلے میں سے غائب ہوگئے تو شہباز یہ خیال کرکے کہ اب میں ملک مصر جاکر کیا کروں گا" ملک چین کی طرف پھر اپنے کبوتر کی رہبری میں روانہ ہوگیا تھا +

Taj Tahir Foundation

چنانچہ شہباز کئی دن تک جنگلوں و پہاڑوں کو طے کرتا رہا۔ بھوک لگتی تو درختوں میں پھل توڑ کر کھا لیتا۔ اور بخیال دور اندیشی کچھ توڑ کر اپنے گھوڑے پر لاد لیتا۔ اور کسی میٹھے چشمے سے جی بھر پانی پی لیتا۔ اور رات کے وقت کسی درخت کے اوپر سو رہتا تھا + اور پھر چلدیتا +

شہباز گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا کہ وہ آگے جھاڑیاں دیکھکر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور پیدل چلنے لگا۔ تھوڑی دور چلنے پر معلوم ہوا کہ آگے درندے کثرت سے پھر رہے ہیں۔ اس طرف سے گذرنا موت کا بلانا ہے + وہ ایک گھنی جھاڑی کے نیچے بیٹھ گیا + اور دل میں کہنے لگا کہ جب سے اب تک میں کیسی تکلیفیں اٹھا چکا ہوں +

کئی مہینے سفر کرتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر منزل مقصود کا پتہ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید کبوتر راستہ بھول گیا ہے۔ نہیں نامہ بر کبوتروں کی یاد داشت اچھی ہوتی۔ ناممکن ہے کہ ایک دفعہ وہ راستہ کو دیکھ لیں اور بھول جائیں + اسکے بعد اس نے کبوتر کو اپنے قریب بلایا تو وہ اسکی گود میں بیٹھ کر غٹر غوں غٹر غوں کرنے لگا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔ بس تھوڑی دور کا سفر اور ہے اور منزل مقصود قریب ہے +

کبوتر کو پیار کرنے کے بعد اسے فکر ہوئی کہ اب رات کہاں بسر کی جائے۔ یہاں جنگل میں رات کاٹنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ سوائے چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے یہاں کوئی بلند سا درخت بھی نہیں جس پر چڑھکر سو رہوں + وہ اسی فکر میں تھا کہ ایک آدمی کسی طرف جاتا ہوا نظر پڑا وہ لپک کر اسکے پاس پہنچا۔ اور اس سے پوچھا کہ "بھیا یہاں کوئی ایسی جگہ بھی ہے۔ جہاں میں بے خطر شب بسر کروں" + اس آدمی نے جواب دیا کہ "ہاں ہے دیکھو وہ سامنے پہاڑی پر جھونپڑی نظر آرہی ہے۔ اس میں ایک شاہ صاحب رہتے ہیں۔ بڑے اچھے مہمان نواز ہیں۔ ان کے یہاں جا ٹھہرو۔ خوب آرام ملیگا"

شہباز نے اسکا شکریہ ادا کیا اور اپنا گھوڑا و کبوتر ساتھ لیکر اس جھونپڑی کی طرف چلدیا +

پہاڑی کے ارد گرد جھاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس لئے بمشکل مع گھوڑے کے جھاڑیوں کی ٹہنیاں پکڑ پکڑ کر چڑھا۔ دیکھا کہ ایک چبوترے پر گول جھونپڑی ہے۔ اور اسکے باہر چبوترے کے کنارے پر ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے ہوئے تسبیح پھیر رہے ہیں۔ اور اس دریا کے نظارے سے جو انکے سامنے چبوترے کے نیچے بہہ رہا تھا چٹائی پر

Taj Tahir Foundation

شہباز کے قدموں کی چاپ سنکر انہوں نے اپنے پیچھے مڑکر دیکھا۔ شہباز نے جھک کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر اسکو چٹائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ گھوڑے کو ایک طرف باندھکر چٹائی پر بیٹھ گیا۔

جب شاہ صاحب تسبیح پڑھنے سے فارغ ہوئے تو وہ خندہ پیشانی سے کچھ کہنے کو ہی تھے کہ شہباز ہاتھ جوڑ کر بولنے لگا۔ کہ "شاہ صاحب میں آج رات آپکے پاس بسر کرنا چاہتا ہوں۔ آپکو تکلیف تو نہ ہوگی"۔ شاہ صاحب نے مسکراکر جواب دیا کہ "بیٹا فقیروں کو کیا تکلیف اور کیا آرام۔ میں خوش ہوتا ہوں جب مجھے کسی کی میزبانی کا موقع حاصل ہوتا ہے"۔

اسکے بعد شاہ صاحب نے لوٹے میں پانی لاکر رکھدیا۔ اور کہا "لو منہ ہاتھ دھولو۔ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو"۔ شہباز نے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر دونوں اندر جھونپڑی کے آگئے۔ شاہ صاحب نے اسکو ایک نرم گدے پر بٹھایا۔ اور ٹوکری میں سے کچھ پھل وجڑیں نکال کر شہباز کے آگے رکھیں۔ شہباز نے وہ چیزیں کھائیں تو وہ ایسے مزے دار اور خوشبودار معلوم ہوئیں کہ اس نے دل میں کہا کہ "میں نے تو یہ پھل اور جڑیں اپنی عمر بھر میں نہیں کھائیں۔ معلوم یہ کہاں پیدا ہوتی ہیں"۔ جب وہ کھا چکا تو شاہ صاحب بولے کہ "تمہارا گھوڑا اور یہ کبوتر بھی بھوکے ہونگے"۔ شہباز نے جواب دیا کہ "جی ہاں میں اسی فکر میں ہوں کہ ان کو کیا کھلاؤں"۔ شاہ صاحب نے کہا "کچھ فکر مت کرو۔ ان کو بھی لاتا ہوں"۔ یہ کہکر وہ جھونپڑی سے نکل گئے۔ اور تھوڑی دیر میں ایک کپڑے میں بہت ساری گیہوں کی بالیں لائے۔ اور گھوڑے کے آگے ڈالدیں۔ اور گیہوں کے دانے کبوتر کو چگا دئے۔ شہباز ان کی اس مہمان نوازی سے بہت خوش ہوا۔ اور دیر تک دل میں ان کی تعریف کرتا رہا۔ اور سو گیا۔

شاہ صاحب اپنے حسب معمول تڑکے ہی اٹھ کر عبادت کرنے لگے۔ شہباز بھی ان کے "اللہ اکبر" کے بلند نعروں سے جاگ اٹھا اور ادھر ادھر چبوترے پر چہل قدمی کرنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے چبوترے کے کنارے پر آٹھہرا۔ جس کے نیچے دریا موجیں مار رہا تھا۔ جب تک شاہ صاحب عبادت میں مشغول رہے وہ دریا کے دلچسپ نظارہ کا لطف اٹھاتا رہا۔

شاہ صاحب جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے کہ "بیٹا منہ ہاتھ دھولو۔ دیکھو لوٹے میں پانی بھر رکھا ہے"۔ شہباز کہنے لگا کہ "دریا میں میرا نہانے کا قصد ہے کیونکہ مجھے نہائے ہوئے کئی ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے۔ اس لئے میری طبیعت کچھ کسل مندسی ہو رہی ہے"۔ شاہ صاحب بولے "ہاں بیشک نہالو۔

طبیعت ہلکی اور صاف ہو جائیگی - مگر اس دریا میں مت نہاؤ کیونکہ اسکے پانی سے انسان کا خوبصورت چہرہ
اور تمام بدن کالا اور بدصورت ہو جاتا ہے - اس لئے ہم اسکے پانی کو استعمال نہیں کرتے + لوٹا اور
ڈور لیجا کر اس کنویں پر جاکر نہالو جو سامنے نظر آرہا ہے + یہ سنکر اسکو بیحد تعجب ہوا اور لوٹا و
ڈور لیکر کنویں پر نہانے چلا گیا +

اس میں شک نہیں کہ شہباز کے دل میں سرخاب کی طرف سے حسد کی اگ ... نہ بجھنے والی اگ
ہنوز شعلہ زن تھی - اور قریب قریب اسکے سفر کے تمام گھنٹے اس سوچ میں صرف ہوتے تھے کہ چین جاکر وہ سرخاب کو کس
طرح قتل کریگا اور اپنے دل کو خوش کرکے صرف اپنی خوبصورتی کو دنیا میں مشہور کریگا + مگر کوئی ایسی تدبیر اسکی سمجھ
میں نہ آئی تھی کہ سرخاب قتل ہو جائے اور دنیا میں یہ اسکا گناہ عظیم افشاء نہ ہو +

نہا کر واپس آتے وقت وہ اس دریا کے پانی کی اس تاثیر پر تعجب کرتا آرہا تھا - اور دل میں یہ کہکر ہنس رہا تھا
کہ کوئی انجان آدمی اس دریا میں نہالے - تو کیا مزہ ہو - ؟ اچھا ہوا کہ میں نے شاہ صاحب پر دریا میں اپنے نہانے
کا ارادہ ظاہر کردیا اور انہوں نے اسکی تاثیر سے مجھے آگاہ کردیا - ورنہ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ شاہ صاحب کے
عبادت سے فارغ ہونے سے قبل ہی دریا میں اتر کر نہالوں - جب تک شاہ نماز سے فارغ ہو جائینگے اور میں کچھ ناشتہ
کرکے یہاں سے چلدوں + اگر میں اسی وقت دریا میں نہالیتا تو کیا ہوتا ؟ کالا بھجنگ ہو جاتا - اور سب
مجھ سے نفرت کرنے لگتے - اور جتنا میں خوبصورتی میں مشہور ہوں - اتنا ہی بدصورتی میں معروف ہو جاتا - پھر
صرف سرخاب ہی دنیا میں خوبصورتی میں مشہور رہتا اور ہے ہی +

اب انہیں خیالات میں پھر یہ خیال اسکے دماغ میں گردش کرنے لگا - کہ سرخاب کو کس طرح نیست
و نابود کروں - اب یہ سوچکر وہ خوشی سے اچھل پڑا کہ اگر اس دریا کا پانی کسی ترکیب سے سرخاب کے چہرے پر بو
زور سے ڈالدیا جائے تو بس پھر کیا ہے - پھر میں ہوں اور میری خوبصورتی کی شہرت و عزت + یہ ترکیب تو
بہت ہی عمدہ ہے + شکر ہے خدا کا آج میرا دل کچھ ہلکا سا ہوا ہے +

وہ خوشی خوشی جھونپڑی میں آیا - شاہ صاحب نے اسکو پھلوں کا ناشتہ کروایا + اسکے بعد شہباز
کپڑا لیکر اور کپڑے پہنکر اور گھوڑے پر زین وکاٹھی کسکر سفر کے لئے تیار ہو گیا - اور شاہ صاحب سے کسی بہانہ سے
ایک شیشی مانگ کر پہاڑی پر سے اتر آیا + دریا کے دوسرے کنارے جاکر اسکا پانی بڑی احتیاط سے شیشی میں بھرا

Taj Tahir Foundation

اور اسکا منہ اچھی طرح بند کر کے اسکو جیب میں رکھ لی۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر کبوتر کی رہبری میں پھر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہباز دن بھر چلتا رہا۔ پھر ایک نہایت گھنے جنگل میں پہنچا۔ جس کے ایک حصے میں شاہی قنات لگ رہی تھی۔ اور قنات کے دروازے پر بہت سے سپاہی ننگی تلواریں کندھے پر رکھے ہوئے کھڑے تھے۔ ادھر ادھر آدمی چل پھر رہے تھے اور ایک طرف بہت سے ہاتھی گھوڑے اونٹ کھڑے تھے۔ جسکو دیکھکر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ کسی بادشاہ کا قافلہ ٹھیرا ہوا ہے۔

یہ حال دیکھکر شہباز چکر میں آگیا کہ وہ آگے کہاں ہو کر نکلے۔ کیونکہ دوسرے راستہ پر اس قدر گھنے درخت کھڑے تھے کہ وہاں سے گذرنا ناممکن تھا۔ وہ ان سپاہیوں کے پاس آیا جو قنات کے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔

شہباز۔ "یہ قنات کیوں لگ رہی ہے"؟

سپاہی۔ "ہمارے بادشاہ کا قافلہ ٹھیرا ہوا ہے"!

شہباز۔ "اچھا ہم اس قنات کی علام گردش میں ہو کر آگے نکلنا چاہتے ہیں"؟

سپاہی۔ "دوسرے راستے سے کیوں نہیں نکل جاتے"

شہباز۔ "وہاں سے بوجہ گنجان درختوں کے نکلنا ناممکن ہے"

سپاہی۔ "آپ یہاں سے نہیں گذر سکتے کیونکہ علام گردش میں کسی غیر آدمی کا داخل ہونا ہمارے شہنشاہ کی توہین ہوتی ہے۔ اور ہماری ملکہ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ اسلئے علام گردش میں اس وقت ملازم نوکر بھی داخل نہیں ہو سکتا"

سپاہیوں کا افسر جو دوسری طرف کسی سے باتوں میں مشغول تھا۔ اور بڑا بد دماغ تھا جب وہ باتیں کر چکا اور یہ جھگڑا سنا تو قریب آکر بولا۔

سپاہیوں کا افسر۔ (غصہ میں) آپ نے قنات میں سے گذرنے کی کیونکر جرأت کی اور کیا آپ جانتے نہیں ہیں اور ہو کیا آپ بہرے و اندھے ہیں۔ جو آپ نے نہ سنا اور نہ دیکھا کہ اس قنات کے اندر ہمارے بادشاہ اور ملکہ رونق افروز ہیں۔

اگر شہباز پہلا جیسا ہوتا تو معلوم وہ بھی غصہ میں یہ سختی اور گستاخانہ جواب سنکر افسر کو کیا کچھ کہہ بیٹھتا مگر چونکہ وہ اب پہلا جیسا نہ تھا۔ اور اسکی عادتیں و خصلتیں حتیٰ کہ اسکی فطرت بھی تبدیل ہو چکی تھی۔ لہٰذا

Taj Tahir Foundation

وہ نرمی سے کہنے لگا۔ "تو پھر آپ بتائیے کہ میں آگے کس طرف سے گذروں"

افسر۔ "ہم کچھ نہیں جانتے اگر قنات میں سے تم ہرگز نہیں نکل سکتے"+

سپاہی۔ اگر آپکو آگے جانے کے لئے سوائے اسکے اور کوئی راستہ نہیں ملتا اور آپکے لئے یہاں سے گذرنا نہایت ضروری ہے۔ تو کل تک یہاں ٹھہریئے + کل ہمارے قافلہ کا یہاں سے کوچ ہے +

یہ نزاع سنکر اندر سے ایک جوان لڑکا جو کپڑوں اور اسکے رنگ روپ سے شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ "کیا ہے" کہتا ہوا دروازے پر آیا + اسکی اور شہباز کی آنکھیں دوچار ہوئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مبہوت ہوکر بڑے غور سے دیکھا + اور شہباز "پیارے فریدوں تم یہاں کہاں" کہکر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور خوشی کے جوش میں دونوں آنسو بہانے لگے +

یہ نظارہ دیکھکر سب آدمی دنگ رہ گئے اور سپاہیوں کے افسر کو تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے +

دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوکر اپنے اپنے آنسو پونچھے۔ اور فریدوں شہباز کا ہاتھ پکڑ کر اندر بادشاہ کے پاس لیگیا۔ جو ایک خوبصورت تخت پر بیٹھا ہوا شبنم وغیرہ سے باتیں کر رہا تھا + شبنم شہباز کو دیکھکر خوشی سے چلا اٹھی کہ "بھائی شہباز تم یہاں کہاں سے آگئے"+؟

شہباز نے نہایت ادب کے ساتھ بادشاہ کو سلام کیا اور اسکے ہاتھوں کو بوسہ دیا + بادشاہ نے اسکو بیٹھنے کا اشارہ کیا + فریدوں نے شہباز کا بادشاہ سے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ "یہ وہ شہزادہ شہباز ہیں جنہوں نے ہم دونوں بہن بھائیوں کو تابوتوں میں سے نکالا تھا۔ جن کے ہم دونوں رہین منت اور نہایت احسان مند ہیں +

اسکے بعد فریدوں نے شہباز کو کھانا کھلایا اور اس نے قافلہ سے علیحدہ ہونے کے بعد کی آپ بیتی سنائی + اور اسکے بعد فریدوں نے کہا کہ بھائی آپ ہمارے ساتھ ہی ملک مصر چلئے۔ اور میں حسب وعدہ آپکے کام کی انجام دہی میں سعی کروں گا + فریدوں کے زیادہ اصرار پر وہ پھر رضامند ہوگیا +

فریدوں نے شہباز سے کہا کہ سپاہیوں کے افسر نے جو آپکے ساتھ سخت گستاخی کی تھی۔ اسکی کیا سزا اسکو دلواؤں + اگر آپ حکم دیں تو پھانسی دلوادوں + شہباز نے کہا نہیں میں اسکو معاف دیتا ہوں کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ میں تمہارا یا کوئی شہزادہ ہوں۔ ورنہ وہ مجھ سے ایسی گستاخی نہ کرتا +

دوسرے دن وہ بادشاہ کا قافلہ ملک مصر کی طرف پھر روانہ ہوگیا۔ اور اسی طرح کئی کئی منزلیں طے کرنے کے بعد قیام کرتا ہوا وہ مصر کے دار الخلافہ میں داخل ہوا +

Taj Tahir Foundation

اب سنئے! شہزادہ فریدوں اور شہزادی شبنم جب اپنے چچا کے یہاں دعوت میں گئے اور شام تک اپنے محل میں واپس نہ آئے تو انکے باپ یعنی شاہ مصر نے ان کے بلانے کے واسطے آدمی بھیجا + تو اس نے آکر جواب دیا۔ کہ "حضور شہزادہ فریدوں کے چچا کے محل کا پھاٹک بند ہے اور پہرہ دار جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ وہ مع اپنی بیوی ہرمز اور شہزادہ فریدوں و شہزادی شبنم کے ایک قریب کے گاؤں میں شکار کھیلنے گئے ہیں۔ دو تین دن میں آجائیں گے" + بادشاہ یہ سنکر چپ ہوگیا کہ وہ دونوں اکثر اپنے چچا کے ساتھ (جب وہ مع بیوی بچوں کے دو دو تین تین کے لئے دور دور شکار کے واسطے جایا کرتے تھے) چلے جایا کرتے تھے۔ اس لئے بادشاہ کو چنداں فکر لاحق نہ ہوئی +

واقعہ در اصل یہ تھا۔ جب فریدوں اور شبنم سیب منہ میں رکھتے ہی بیہوش ہوگئے تو ہرمز اور اسکا باپ نے خیال کیا کہ "ہماری تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ یعنی مرگئے ہیں" چنانچہ رات کے وقت دونوں کو تابوتوں میں بند کرواکر ایک بہت دور غیر آبادی ملک کے پہاڑ پر رکھنے کو اس خیال سے بھجوا دئے کہ "وہاں تک کوئی بادشاہ کا آدمی بغرض تلاش نہ جا سکے گا۔ اور اگر یہ دس دن کے اندر ان کو جانور ہضم کرلیں گے" (جیسا انکے یہاں قاعدہ تھا) +

اور خود اسی وقت ایک قریب کے گاؤں میں شکار کھیلنے چلے گئے +

اس واقعہ کے تیسرے یا چوتھے دن فریدوں کے چچا اور ہرمز روتے پیٹتے محل میں آئے اور ان عیاروں نے رو رو کر کہا کہ "ہم جنگل میں شکار کھیل رہے تھے۔ فریدوں اور شبنم وغیرہ بھی ایک درخت کی ٹیک لگائے شکار کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ کہ نہ معلوم کس طرف سے اگر ایک تیندوا بھیڑیے شہزادہ فریدوں کو منہ میں دبا کر لے بھاگا۔ ہم بدحواس ہوکر اسکے پیچھے بھاگے۔ مگر وہ اس قدر تیزی سے فرار ہوا کہ چشم زدن میں ہماری نظروں سے غائب ہوگیا۔ باوجود دن بھر کی تلاش کے اسکا پتہ کچھ نہ چلا + ناچار ہم تھک کر واپس آئے جہاں ہم شکار کھیل رہے تھے۔ تو غریب شبنم کو بھی غائب دیکھا۔ غالباً اسکو بھی کوئی درندہ اٹھا لیگیا ہوگا + گاؤں کا گوشہ گوشہ ہم نے ان کی تلاش میں چھان مارا مگر........" + یہ سانحہ عظیم سنکر بادشاہ اسی وقت غش کھاکر گرپڑا۔ اور تمام محل میں ایک کہرام مچ گیا۔ اور ہر طرف سے نالہ و بکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ جن میں سب سے زیادہ دردناک آواز فریدوں کی ماں کی تھی + وہ دونوں مکار بھی یعنی فریدوں و شبنم کے چچا اور ہرمز بھی مکاری سے ایسے زار زار رو رہے تھے کہ گویا انہیں کو سب سے زیادہ فریدوں و شبنم سے محبت تھی۔ اور ان پر ہی غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے +

بادشاہ کے وزیر نے فوراً ایک لشکر اس جنگل میں ان بچوں کو تلاش کرنے بھیجا کہ اگر زندہ نہ سہی۔ ان کی لاشیں ہی کہیں پڑی ملجائیں کہ بادشاہ کو صبر آجائے + دو دن کے بعد لشکر ناامید واپس آگیا +

بادشاہ اور ملکہ رات دن انہیں کی یاد میں رویا کرتے اور نہایت رنجیدہ و غمگین رہا کرتے ہیں + بادشاہ دربار

Taj Tahir Foundation

بہت کم کرنے لگا تھا۔ ملک کا سارا انتظام وزیر پر چھوڑ رکھا تھا۔ بادشاہ اور ملکہ روتے روتے اندھے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ حکومت کا انتظام کرنے کے قابل نہ رہا۔

ایک دن وزیر نے بادشاہ سے دست بستہ عرض کیا کہ "حضور کا اقبال دیر تک قائم و درخشاں رہے۔ چونکہ حضور کی ضعیفی کا زمانہ ہے۔ اس لئے حضور کو اب آرام کی ضرورت ہے۔ اگر قدیم قاعدے و آئین کے مطابق آپکے بھتیجے کی ولیعہدی کی رسم ادا ہو جائے تو ہمارے حق میں بہت بہتر ہو گا۔ تاکہ ملک کے انتظام میں کچھ مدد دے سکیں"۔ بادشاہ کا یہ سنکر غصہ میں لال پیلا ہو گیا۔ اور وزیر کو اپنے سامنے سے یہ کہکر نکال دیا کہ تم میرے بچوں کے غم کو تازہ مت کرو۔

چونکہ سلطنت کے قدیم آئین و رسوم کو توڑنے یا ان میں کچھ تغیر و تبدل کا ذرا بھی بادشاہ کو اختیار نہ تھا۔ اسلئے حسب آئین سلطنت دربار کے امیروں وزیروں نے ملکہ ہرمز کی ولیعہدی رسم ادا کر دی اور وہ سلطنت کے کاموں میں دخیل ہو گیا۔

(۱۳)

جب شاہ افغانستان مع اپنے لاؤ لشکر کے ملک مصر کے دار الخلافہ میں وارد ہوئے تو پہلے بادشاہ مصر کے پاس ایک معزز آدمی بھیجکر اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ جب وہ آدمی محل میں پہنچا۔ تو میاں ہرمز ولیعہدی کی پوشاک پہنے ہوئے دربار کر رہے تھے۔

قاصد نے جھک جھک کر تین بار سلام کیا اور اسکے ہاتھوں کو بوسہ دیکر کہا کہ "شاہ افغانستان ملاقات کے واسطے تشریف لائے ہیں"۔

ہرمز۔ "آؤ ہو۔ شاہ افغانستان تشریف لا رہے ہیں۔ اچھا بسر و چشم"۔ یہ کہکر اس نے اپنے امیروں وزیروں کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کے استقبال کو جائیں۔ پھر نوکروں چاکروں کو محل صاف کرنے اور کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنے کا حکم دیا۔

مصر کے امیر وزیر شاہ افغانستان کے استقبال کو گئے جو مع لاؤ لشکر ہاتھی پر مع فریدوں کے سوار دار الخلافہ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ چونکہ فریدوں نے اپنے چہرے پر مصلحتاً بادشاہ کے حکم سے نقاب ڈال لی تھی۔ اس لئے امیروں وزیروں نے اسکو نہیں پہچانا۔ اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ بادشاہ کو محل میں لیگئے۔

ہرمز محل کے دروازے پر مع فوج کے کھڑے تھے۔ بادشاہ افغانستان اور فریدوں نے ہاتھی پر سے اُتر کر ہرمز صاحب سے مصافحہ کیا۔ علاوہ ہرمز کے سب کو تعجب تھا کہ یہ شہزادہ چہرے پر نقاب کیوں ڈالے ہوئے ہے۔ الغرض باجوں اور توپوں کی سلامی کے ساتھ شاہی فوج کے جُھرمٹ میں سب محل کے اندر تشریف لیگئے۔

فریدوں اور تقیہ وہاں کی ہر چیز کو نہایت اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔ اور دل میں خوشی کے مارے پھولے

نہیں سمارہے تھے۔ فریدوں نے ایک وزیر کی زبانی سُن لیا تھا کہ "اسکے ماں باپ زندہ ہیں۔ مگر نابینا ہیں
اور سلطنت کے کاموں سے دست بردار ایک کمرے میں خدا کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ فریدوں یہ سنکر بیحد
خوش ہوا کیونکہ اُسے پہلے یقین تھا کہ وہ زندہ نہیں ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد شاہ افغانستان نے ہرمز سے کہا کہ "یہ میرا لڑکا شاہ مصر کی ملاقات کا بہت
خواہش مند ہے"۔

ہرمز کو ذرا بھی شان و گمان نہ تھا کہ یہ فریدوں ہے۔ بلکہ اس وقت اسکا خیال بھی نہ تھا۔
اسکو سخت تعجب ہوا۔ کہ صرف یہ لڑکا اس قدر جلد شاہ مصر کو کیوں دیکھنا چاہتا ہے؟ مگر یہ معمّا اس
وقت کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اور اس نے خوش ہوکر جواب دیا "بہت اچھا ذرا ٹھیریے وہ اس وقت عبادت میں مصروف ہیں"۔

ہرمز کا دل کچھ اندر ہی اندر سے بیٹھا جارہا تھا۔ آواز بھی اچھی طرح نہ نکلتی تھی۔ اور خود بخود اس پر کچھ
خوف سا طاری ہوتا جارہا تھا۔ ہرچند وہ اپنے کو سنبھال رہا تھا۔ لیکن خود بخود گرا پڑتا تھا۔ ہرمز کو گھڑی گھڑی
یہ خیال آرہا تھا کہ یہ چہرے پر نقاب کیوں ڈالے ہوئے ہے۔ اور شاہ مصر کے دیکھنے کا اس قدر کیوں خواہشمند ہے
جب شاہ مصر عبادت سے فارغ ہوئے تو ہرمز فریدوں کو ان کے پاس لیگیا۔ جو ایک کمرے میں مسہری پر پڑے
ہوئے تھے۔ فریدوں نقاب اٹھاکر "ابا جان میں آگیا" کہتا ہوا بادشاہ کے گلے سے لپٹ گیا۔ اور رونے لگا۔ بادشاہ
نے اسکی آواز پہچان کر اسکو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ اور یہ کہکر کہکر رونے لگا۔ "ارے میرے پیارے بچے تو کہاں تھا
ارے میرے پیارے بچے تو کہاں تھا"۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ جب بادشاہ نے روکر سر اٹھایا تو اسکی آنکھیں
کھل گئیں۔

اب ہرمز کی حالت کچھ نہ پوچھیے۔ بدن پر ایک رعشہ طاری ہوگیا۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ روح اسکی
منجمد ہوگئی۔ اب وہ ایک پتھر کا بت تھا۔ جس پر چہرے پر کسی نے ہلدی ملدی ہو۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن
کے مصداق تھا۔ اب وہ موت و زندگی کی کشمکش میں پڑا تھا۔

رستے میں شتینہ آگئی وہ بھی باپ کے گلے سے لپٹ کر رونے لگی۔ اندر ملکہ نے ان کے رونے کی آواز سُنی اور
ایک نوکر نے بھی اسکو ان کے آنے کی خبر سنائی۔ چنانچہ روتی ہوئی ایک نوکر کا ہاتھ پکڑے وہاں آئی۔ اور "ارے
میرے پیارے بچے کہاں سے آگئے" کہتی ہوئی فریدوں اور شتینہ کو گلے سے لگالیا اور زار زار رونے لگی۔ محل
میں ایک عجیب کہرام مچ گیا۔ اور تمام محل کے آدمی اس عجیب منظر کو دیکھکر حیرت زدہ تھے۔

پڑھنے والے اندازہ کرسکتے ہیں کہ بادشاہ اور ملکہ کو اپنے بچوں کو دیکھکر کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔
ان کو تو سچ مچ ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ دوبارہ زندہ ہوکر آگئے ہیں۔

Taj Tahir Foundation

جب شبینہ اور اسکی ماں ملکہ اندر محلسرا میں چلی گئیں تو شاہ افغانستان شہباز اور بہرام شاہ مصر کے کمرے میں آئے اور بعد طرفین کی سلام ودعا کے شاہ افغانستان کہنے لگے "مبارک ہو آپ کے بچے مل گئے +

شاہ مصر - "جی ہاں! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے - انکی دعا سے میری خوشی کا کٹورا ہو گیا - مجھے نئی زندگی ملگئی + یہ بچے پاس کہاں سے آئے اور کیسے آئے +

شاہ افغانستان - (ہنسکر) "میاں فریدوں سے ہی مفصل حال پوچھئے"۔

چنانچہ فریدوں نے اپنی اور بہن شبینہ کی آپ بیتی "الف سے لیکر بڑی یے" تک من وعن سنائی + اور ایسے دردناک لہجے میں سنائی کہ جتنے آدمی وہاں بیٹھے تھے سب اشکبار ہوگئے + اور ہرمز اور اسکے باپ کو سب نے لعنت ملامت کی + ہرمز جو ابھی تک وہیں اپنی زندگی کا فیصلہ سننے کے لئے کھڑا اور پسینہ میں ڈوب رہا تھا - شاہ افغانستان کے کہنے سے وزیر اعظم نے اسکی مشکیں کس لیں - اور فی الحال اسکو نظر بند کر دیا +

شاہ مصر نے شاہ افغانستان بہرام اور شہباز کو مخاطب کر کے کہا - کہ جو عنایتیں وشفقتیں آپ لوگوں نے میرے بچوں پر کی ہیں - اسکا پورا پورا شکریہ ادا کرنا میرے امکان سے قطعی باہر ہے +

دوسرے دن شاہ مصر نے ایک عام دربار کیا اور دلت کے بعد خود تخت پر جلوہ افروز ہوئے + ہرمز اور اس کے باپ اور ان دو غلاموں کو دربار میں طلب کیا گیا + فریدوں نے خود اپنے ہاتھ سے ننگی تلوار لیکر ان دونوں نمک حرام غلاموں کے سر اتار دیے - اور ان کی کھال کھنچوا کر ان کو جنگل میں پھنکوا دیا گیا + پھر فریدوں نے حسب قانون حکومت ہرمز کی پیٹھ میں سو کوڑے لگائے + وزیروں اور لوگوں نے مشورہ دیا کہ اسکو قتل کر دینا چاہئے - لیکن فریدوں نے یہ پسند نہ کیا - مگر اسکو اسکے باپ کو جلاوطن کر دیا گیا + اس طرح ان چاروں کو اپنے کئے کی سزا مل +

جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مقولہ بالکل درست ہے +

تیسرے دن فریدوں کی ولیعہدی کی رسم ادا ہونے کے سامان بڑی دھوم دھام سے ہونے شروع ہوئے +

صبح سے ہی شہزادہ فریدوں کے لئے تحفے پہ تحفے آنے شروع ہوئے - جس کا دیکھو ایک سے ایک بڑھکر چڑھکر تحفہ تھا + فریدوں ان کو دیکھ دیکھ کر دل میں خوشی کی وجہ سے پھولا نہ سمارہا تھا + ان تحفوں میں علاوہ اور چیزوں کے اسکو ایک مچھلی کی شکل کا چاندی کا ڈبا بہت پسند آیا - جس پر خوبصورت نقش نگار بنے ہوئے تھے اور اسکے ڈھکنے پر مچھلی کی تصویر بنی ہوئی تھی +

وہ کھول کر اس میں کیا دیکھتا ہے - کہ ایک زندہ مچھلی بھی ایک فٹ لمبی رکھی ہے جسکو دیکھکر وہ ہنس پڑا + یہ ڈبا اس کے ایک پرانے دوست کی طرف سے تحفہ کے طور تھا + اسکو وہ ایک دلچسپ

فراق سمجھا۔ اس تحفے کو اپنے دوست شہباز کو دکھا کر شاہی کھانے کا انتظام کرنے والے داروغہ کو بلا کر حکم دیا۔ کہ یہ مچھلی ہمارے دوست کا تحفہ ہے۔ اس لئے اسکو اچھی طرح پکوا کر لاؤ۔ اپنے دوست کی چیز کو ہم ہی کھائیں گے +

داروغہ مچھلی لے گیا + تھوڑی دیر بعد وہ ہنستا ہوا فریدوں کے پاس آیا اور ایک انگوٹھی دکھا کر کہا کہ حضور یہ انگوٹھی مچھلی کے شکم میں سے نکلی ہے + فریدوں نے انگوٹھی دیکھکر کہا ارے یہ تو جادو کی انگوٹھی شہباز کی ہے مچھلی کے پیٹ میں کس طرح چلی گئی " داروغہ سے یہ انگوٹھی لیکر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اور ہنستا ہوا شہباز کے پاس آیا +

وہ کرسی پر بیٹھا ہوا جشن کا سامان ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جو فریدوں کی ولیعہدی کی رسم ادا ہونے اور ان کے ملنے کی خوشی میں ہونے والا تھا + فریدوں چپکے چپکے کرسی کے پیچھے آیا۔ اور شہباز کے سر پر چپت مار کر کرسی کے پیچھے چھپ گیا۔ شہباز نے اٹھکر ادھر ادھر دیکھا۔ کسی کو نہ پایا تو کرسی پر بیٹھ گیا + فریدوں پھر اسکے سر پر چپت مار کر چھپ گیا۔ چونکہ شہباز اس مرتبہ ہوشیار تھا۔ اس لئے اس نے دیکھ لیا +

شہباز ۔ "آہاہا آپ ہیں؟ اب تو میں نے دیکھ لیا" +

فریدوں ۔ ارے سامنے (آکر) کیوں بھئی تمہاری کوئی چیز کھو گئی ہے +؟

شہباز ۔ نہیں تو۔ سفر میں میرے پاس کیا چیز کھونے کے قابل ہے +

فریدوں ۔ اچھا ذرا سوچو تو سہی +

شہباز ۔ (کچھ سوچکر) ہاں میرے پاس ایک جادو کی انگوٹھی تھی۔ جس سے میں نے تمہارا حال معلوم کرکے تمکو تابوتوں میں سے نکال کر (ہنسکر) اپکے خیال کے بموجب زندہ کیا تھا + جس رات تم قافلے میں سے غائب ہوئے تھے اسی رات میری انگوٹھی غائب ہوئی + اسکا مجھے بڑا افسوس ہے + اور ہونا چاہیے کیونکہ وہ ایک نایاب چیز تھی + جو ایک بزرگ مسافر نے مجھے اپنی مہربانی سے عطا کی تھی +

فریدوں ۔ "اچھا اگر وہ مل جائے تو کیا دلواؤ"؟

شہباز ۔ "جو مانگو"!

فریدوں ۔ "آنکھیں میچو اور انگلی بڑھاؤ" +

شہباز انگوٹھی پاکر خوشی سے چلا اٹھا "ارے یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی"؟

فریدوں ۔ (ہنسکر) "اپنی انگوٹھی سے ہی جو پوچھ لو"

شہباز ۔ "ہاں ٹھیک ہے" یہ کہکر اس نے شیخ کی بتائی ہوئی ترکیب سے انگوٹھی سے پوچھا تو اس سے یوں جواب ملا "اس رات انگوٹھی شہباز کے ہاتھ میں سے ان دو غلاموں نے اتاری۔ اور جب

Taj Tahir Foundation

وہ مصر میں داخل ہوئے تو دریائے نیل میں منہ ہاتھ دھویا ۔ اتفاق سے وہ غلام کی انگلی میں سے نکل کر دریا میں گر پڑی ۔ اور ایک مچھلی نگل گئی + وہ مچھلی ایک مچھیرے کے جال میں پھنس گئی + مچھیرے نے وہ مچھلی ایک امیر زادے کے ہاتھ لا بیچی + امیر زادے نے وہ ایک ڈبے میں بند کرکے شہزادے فریدوں کو تحفے کے طور بھیجدی +

یہ سنکر دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے + فریدوں کہنے لگا ۔ بھئی تمہارے انگوٹھی بھی کیا غضب کی ہے ۔ سب بھید اور باتیں بتا دیتی ہے + اتنے میں وزیر آیا اور فریدوں سے کہا کہ "حضور چلئے ۔ بادشاہ سلامت دربار میں آپکو یاد فرما رہے ہیں +

فریدوں اور شہباز دربار میں پہنچے ۔ دربار کے تمام لوگ فریدوں کی تعظیم کو اُٹھے ۔ اور

"خدا ہمارے بادشاہ کے ولیعہد کو سلامت رکھے ۔"

کے نعرے دربار کے عالیشان ایوان میں گونجنے لگے +

شاہ مصر نے بذات خود فریدوں کو گود میں اٹھاکر تخت پر بٹھایا ۔ اور اپنا تاج اسکے سر پر رکھا ۔ اور اسکو ولیعہدی کی پوشاک پہنائی + جس وقت اسکے سر پر تاج رکھا گیا ۔ تو توپیں اور آتشبازی چھوٹنے لگی ۔ فوج کے سپاہی جو محل کے احاطے میں دو رویہ صف بستہ کھڑے تھے ۔ تین بار اپنے ہتھیار خم کرکے رسم تعظیم ادا کی ۔ پھر وہ رنگین تلواروں سے ایک قسم کا کھیل کھیلنے لگے + اسکے بعد ناچ شروع ہوا اور نصف رات تک یہ جشن جاری رہا + غرض یہ ہے کہ فریدوں کی ولیعہدی بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئی +

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

شہزادہ شہباز کو فریدوں کے پاس رہتے ہوئے کئی دن ہوگئے تھے + چنانچہ اس نے فریدوں سے کہا کہ "اب تم اپنے وعدے کے مطابق اپنے دوست پطرس کو بلاکر اس سے انگوٹھی دلواؤ +"

فریدوں ۔ "بہت اچھا ۔ ابھی پطرس کے پاس آدمی بھیجتا ہوں ۔"

شہباز ۔ (کچھ سوچکر) اگر اسکے ساتھ سرخاب کو بھی بلواؤ تو میں بہت ممنون ہوں گا +

فریدوں ۔ "بہتر ہے اسکے نام بھی ایک خط لکھکر قاصد کو دئے دیتا ہوں + آپ اطمینان رکھیں سرخاب کی شادی کی انگوٹھی آپکو ضرور اور بہت جلد مل جائیگی +

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

قریب ایک ماہ کے بعد سرخاب اور پطرس آگئے + سرخاب اور شہباز دونوں ایک دوسرے کو حد سے زیادہ خوبصورت دیکھکر دل میں جل گئے + مگر شہزادہ شہباز دل میں خوش تھا کہ "وہ موقع پاکر کسی رات کو اسکے چہرے پر وہ بدصورت کر دینے والا پانی جو شیشی میں اسکے پاس موجود ہے ۔ ڈالدے گا ۔ بس پھر اسکی ساری خوبصورتی دو بصورتی مٹ جائیگی ۔ پھر وہی دنیا میں خوبصورت رہے گا +

Taj Tahir Foundation

فریدوں اور شہباز پطرس اور سرخاب ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے +

فریدوں ۔ (ہنسکر) "پیارے دوست پطرس! میں تم سے کوئی خواہش کروں تم اسے پوری کر دو گے"

پطرس ۔ "پیارے فریدوں! تم شہزادے ہوکر مجھ سے کیا خواہش کروگے" ؟

فریدوں ۔ "اگر کروں بھی" ؟

پطرس ۔ "تو اسکی تعمیل کے لئے جان و مال سے حاضر ہوں" +

سرخاب ۔ "کوئی جانے کہ میاں پطرس فریدوں کے بڑے ہی سچے اور پیارے دوست ہیں" +

پطرس ۔ "اور کیا! سچے دوست ایک دوسرے کی مدد کو ہر وقت جان و مال سے تیار رہتے اور ایک دوسرے کی خواہش کو پوری کرنے کو ہر وقت وہ اپنی خوشی اور باعث عزت خیال کرتے ہیں" +

شہباز ۔ "بس ایسی ہی محبت ان سے میاں ہرفر کیا کرتے تھے + سو انہوں نے ان سے جو بیوفائی کی وہ آپ سن چکے ہیں" +

پطرس ۔ "وہ تو ان سے جھوٹی محبت کرتے تھے ۔ جس میں ان کی ایک خاص غرض پوشیدہ تھی ۔ یعنی ان کے بعد ولیعہدی کا حق ان کو ملتا ۔ اور علاء ۔ مگر ان کو سزا بھی ایسی ملی کہ بچا کو چھٹی کا دودھ یاد آرہا ہوگا ۔ سو میری محبت میں کیا مطلب و غرض آپکے خیال میں پوشیدہ ہو سکتی ہے ۔ آپ بھی کیا مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں (فریدوں کی طرف مخاطب ہوکر) ہاں تو آپ اپنی وہ خواہش ظاہر کیجئے" +

فریدوں ۔ "اچھا مجھے پہلے یہ بتائیے کہ سرخاب کی انگوٹھی جو گلشن نے منگنی کے وقت ان کو (سرخاب کو) پہنائی تھی ۔ اسکا کیا معاملہ ہے ۔ اور کیا وہ آپ کے پاس ہے" ؟

یہ سنکر سرخاب اور پطرس ایک دوسرے کا تعجب سے منہ دیکھنے لگے اور سوچنے لگے کہ اس معاملہ کی اسکو کہاں سے خبر ہوگئی +

فریدوں ۔ (ہنسکر) "مجھے معلوم ہے کہ آپ دونوں دل میں کہتے ہوں گے کہ مجھے اس معاملہ کی کیسے خبر ہوئی ۔ سو انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے ۔ پہلے آپ میرے استفسار کا جواب دیجئے" ؟

پطرس ۔ "معاملہ واملہ کیا ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ گلشن کے بھائی سے میرا کچھ جھگڑا ہوگیا تھا سو میں نے سرخاب سے کہا کہ اگر تم گلشن سے شادی کروگے تو پھر میں تمہارا دوست نہیں بنوں گا ۔ سرخاب نے وہ اپنی انگوٹھی مجھے یہ کہکر دے دی کہ "تو جب تک یہ انگوٹھی تم اپنی خوشی سے نہیں دوگے ۔ میں شادی نہیں کروں گا ۔) بس جب سے وہ انگوٹھی میرے پاس ہے اور میں کسی کو نہیں دیتا + یہ معاملہ ہے ۔ سمجھے" ؟

فریدوں ۔ (ہنسکر) "فرض کیجئے اگر میری یہ خواہش ہو کہ گلشن کی ماں کو یہ انگوٹھی تم واپس کردو تو تم ایسا کر سکتے ہو" ؟

Taj Tahir Foundation

پطرس۔ (بہت کچھ سوچکر) "ہاں! مگر تم جیسے دوست کے کہنے سے"؟

فریدوں۔ (ہنسکر) "شاباش۔ یہاں ہے وہ انگوٹھی تمہارے پاس"؟

پطرس۔ (انگلی میں سے نکال کر) "یہ رہی"۔!

فریدوں۔ "اچھا لائیے مجھے دیدیجئے"۔

پطرس۔ "خوشی سے لو"۔

فریدوں نے وہ انگوٹھی شہزادہ شہباز کو دیدی۔ اور اس سے کہا کہ "اب تو خوش ہوئے"۔؟

شہباز۔ "بیشک! اچھا شکریہ قبول فرمائیے"۔

پطرس۔ "گلشن اور چمن افروز کے یہ کون ہیں۔؟"

فریدوں۔ "اچھا سنئے! سارا معاملہ یوں ہے۔ یہ تانبے کے شہر کی تلاش میں جارہے تھے کہ یہ اتفاق سے چمن افروز کے محل میں پہنچ گئے۔ انہوں نے تانبے شہر کا پتہ چمن افروز سے پوچھا تو اس نے اس شرط پر بتانے کا وعدہ کیا کہ یہ تم سے انگوٹھی حاصل کرکے لائیں۔ چنانچہ اللہ میاں پر توکل کرکے آپ سے انگوٹھی لینے جارہے تھے کہ ہم دونوں بہن بھائی تابوتوں میں ایک پہاڑ پر نظر پڑ گئے۔ چنانچہ انہیں مہربان نے ہمکو تابوتوں میں سے نکالا تھا۔ میں نے ان کے سفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے مجھے چمن افروز کی شرط کا حال بتایا اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمہیں پطرس سے انگوٹھی آسانی سے دلوا دوں گا"۔

پطرس۔ (ہنسکر) "میں تو ان حضرت کو یہ انگوٹھی کبھی نہ دیتا۔ صرف آپکے ہی کہنے سے یہ انگوٹھی دی ہے"۔

فریدوں۔ (ہنسکر) "اچھا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے خوش کردیا"۔

شہباز۔ (ہنسکر سرخاب سے) "آپ گلشن سے شادی کریں گے یا نہیں"۔

سرخاب۔ (ہنسکر) "میرے دوست پطرس اجازت دیدیں گے تو کروں گا"؟

شہباز۔ (پطرس سے) "کیوں صاحب آپ اجازت دیں گے یا نہیں"؟

پطرس۔ "بھئی میری تو خوشی یہی ہے کہ گلشن کے ساتھ ان کی شادی ہو"۔

شہباز یہ شنکر دل میں بہت خوش ہوا۔

ان چاروں کو باتیں کرتے ہوئے چونکہ سورج غروب ہوگیا تھا۔ اس لئے کھانا کھاکر سب سو رہے۔

(۱۲)

آدھی رات کا وقت ہے۔ شہزادہ فریدوں کے تینوں مہمان دوست ایک ہی کمرے میں غافل سو رہے ہیں۔

یکایک شہباز کو چھینک آئی اور اسکی آنکھ کھل گئی۔ شمع کی ہلکی ہلکی مگر چمکدار روشنی تمام

Taj Tahir Foundation

کمرے میں پھیل رہی تھی + سرخاب کا خوبصورت چہرہ اس روشنی میں حد سے زیادہ چمک رہا تھا اور خوبصورت معلوم ہو رہا تھا کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ چاند و سورج آپس میں گلے مل رہے ہیں - شہباز کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اسکے چہرے پر وہ بدصورت کر دینے والا پانی ڈالنے کا وہ بہترین موقع خیال کیا + چنانچہ وہ اٹھا - اور جیب میں سے وہ شیشی نکالی - اور اسکو کھولتا ہوا سرخاب کی مسہری کی طرف چلا - سرخاب کے منہ پر پانی چھڑکنے والا تھا کہ سرخاب نے کروٹ بدلی اور اسکے پیر شہباز کے پیٹ پر اتنے زور سے لگے کہ وہ چیت گر پڑا اور شیشی کا تمام پانی اسی کے خوبصورت چہرے پر پھیل گیا +

سامنے قد آدم آئینہ کھڑا تھا - اٹھکر اس نے اپنا چہرہ جو اس میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کالا اور بدصورت ہو گیا + اس نے فوراً دل میں کہا کہ "چاہ کن را چاہ در پیش" کی مثل بالکل سچ ہے + اس کے رنج اور غصہ کی کوئی حد نہیں رہی - چپکے سے شیشی جیب میں رکھکر اپنی مسہری پر آ بیٹھا اور سوچنے لگا کہ "صبح کو سب لوگ میرے اس کالے اور بدصورت چہرے کو دیکھکر کیا کہیں گے - اور جب وہ اسکا سبب پوچھیں گے تو کیا جواب دونگا +"

قریب آدھ گھنٹے کے دماغی جمع خرچ کے بعد اس نے کاغذ پر یہ لکھا :-

"پیارے فریدوں! اس طرح میرا رات میں یہاں سے چلا جانا ایک خاص سبب سے عمل میں آیا - چنانچہ آپکو متعجب ہونا چاہئے - آپکو اطلاع دینے کے لئے اس وقت آپکو نیند سے بیدار کرنا میں نے مناسب نہ خیال کیا + جب میں انشاءاللہ اپنا کام انجام دیکر اپنے ملک پہنچوں گا تو آپکو بھی تکلیف دوں گا - یا خود آپکے پاس حاضر ہوں گا + میں سخت نادم ہوں کہ میں آپ سے بغیر ملے اس طرح یہاں سے چلدیا - لہٰذا معافی چاہتا ہوں فقط والسلام + " شہباز

یہ کاغذ وہ اپنی مسہری پر چھوڑ کر کمرے سے نکلا - اور اپنا کبوتر لیکر محل سے باہر آیا - اور اصطبل میں سے اپنا گھوڑا لیا - اور اس پر سوار ہو کر چلدیا +

چلتے چلتے صبح ہو گئی + وہ اس وقت ایک چشمہ کے پاس ہو کر گذر رہا تھا + وہ وہیں گھوڑے پر سے اتر پڑا + اور چشمہ کے کنارے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا - جب اسکو پانی میں اپنے چہرے کا عکس نظر آیا تو رو دیا اور دل میں کہنے لگا کہ "آہ مجھے حسد کا نتیجہ مل گیا + یا اللہ اب میں توبہ کرتا ہوں - مجھے معاف کردے - میری توبہ قبول کرلے - اور میرے چہرے کو پہلا جیسا کردے + ورنہ جب میں چمن افروز کے پاس جاؤں گا تو وہ میرا یہ بدصورت کالا کلوٹا چہرہ دیکھکر اسکا سبب پوچھے گی تو میں کیا جواب دوں گا اور جب میں اس سے گلشن کے ساتھ اپنی شادی کرنے کو کہوں گا تو وہ انکار کردے گی - ہائے اللہ اب میں کیا کروں" + وہ خوب رو دیا -

Taj Tahir Foundation

اور روتے روتے نڈھال ہوکر لیٹ گیا ۔ رات کا جاگا تو تھا ہی + غنودگی طاری ہونے لگی ۔ یہاں تک کہ اسکی آنکھ لگ گئی +

تھوڑی دیر میں اس نے خواب میں دیکھا کہ "دو کالے آدمی اس چشمہ پر آئے ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے سے کہا ہے کہ دیکھو یہ وہ چشمہ ہے جس میں حضرت ایوب ؑ (جب وہ بہت بیماری کی وجہ سے بہت بدصورت وغیرہ ہوگئے تھے) نہائے تھے ۔ لہٰذا جب سے اس چشمہ میں یہ صفت ہے کہ کوئی کالا بدصورت آدمی اس چشمہ کے پانی میں نہائے تو وہ خوبصورت ہو جاتا ہے +" یہ کہکر دونوں نے اس چشمہ میں غوطہ لگاکر جو باہر سر نکالا تو ان کی ساری بدصورتی اور سیاہی رفوچکر ہوگئی ۔ نہایت خوبصورت نکل آئے + اسکو (شہباز کو) بڑا تعجب ہوا اور دل میں سوچنے لگا ۔ کہ "وہاں کے چشمہ میں تو بدصورت ہونے اور اس چشمہ کے پانی میں خوبصورت ہونے کی تاثیر ہے + آہاہا اب تو میں بھی خوبصورت ہو جاؤں گا + اس نے خوشی سے جو تالی بجائی تو اسکی آنکھ کھل گئی +

آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا ۔ اور سوچنے لگا کہ ممکن ہے اس چشمہ میں تندرست اور خوبصورت ہونے کی تاثیر ہو ۔ خواب کی بات کبھی جھوٹ نکلتی ہے اور کبھی سچ بھی + اس لئے ذرا آزمائش تو کر دیکھوں ۔ ویسے نہا بھی لوں گا +

کپڑے اتار کر پانی میں اترا اور غوطہ لگاکر سر باہر نکالا تو واقعی میں وہ پہلا جیسا خوبصورت ہوگیا ۔ اس کے پاس اس وقت آئینہ وغیرہ تو تھا ہی نہیں ۔ جس میں وہ اپنا منہ دیکھتا ۔ کنارے پر چڑھ کر اپنا پانی میں عکس دیکھا تو خوشی سے چلا اٹھا کہ "اے صانع ازل تیری قدرت کے میں نثار +"
اسکے بعد خوشی خوشی نہا دھوکر گھوڑا دوڑاتا ہوا ۔ اندلس کے میدانوں کی جانب واپس چلدیا
اس میں شک نہیں کہ ہمارے افسانہ کے ہیرو شہزادہ شہباز میں اب کوئی برائی باقی نہیں رہی تھی ۔ وہ اب نہایت نیک اور صاف دل ہوگیا تھا +

دو مہینے کے عرصے میں بڑے بڑے جنگلوں اور پہاڑوں کو طے کرنے کے بعد وہ اپنی مہربان چمن افروز کے محل میں پہنچ گیا +

چمن افروز شہباز کو دیکھکر کھل گئی ۔ اور انگوٹھی پاکر تو ایسی خوش ہوئی کہ گویا اسے ہفت اقلیم کی دولت ملگئی ۔ اور کئی بار شہباز کو گلے سے لگایا +

Taj Tahir Foundation

آرام کرنے کے بعد شہباز نے اپنے سفر کی داستان سنائی۔ مگر شرم کی وجہ سے اپنے چہرہ کا بدصورت ہو جانے کی بابت کچھ نہ کہا۔ اور چمن افروز کے استفسار پر اس نے جواب دیا کہ شاخاب شادی پر رضامند نہیں ہے۔

چمن افروز نے ہنسکر "خیر مت ہو۔ کیا بغیر اسکے گلشن کی شادی ہو گی نہیں۔"

شہباز کی سفر کی داستان سنکر چمن افروز نے کہا کہ بھئی تم بڑے جفاکش صابر اور ثابت قدم نکلے۔ شاباش ہے آپ نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں اور بڑی بڑی مصیبتوں میں گرفتار ہوئے۔ مگر ہمت نہیں ہاری۔

شہباز۔ "اب مہربانی فرماکر تانبے کے شہر کا پتہ بتائیے۔"

چمن افروز۔ "بیشک میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گی۔ لو تانبے کے شہر کا پتہ سنو۔ تم یہاں سے سیدھے مغرب کی جانب جاؤ اور جب تک ایک بہت بڑا دریا جس کو بحر ظلمات کہتے ہیں نہ ملے تم چلتے رہو۔ جب تم دریا کے پاس پہنچو۔ تو دریا میں ایک بہت بڑی کشتی ملے گی۔ تم اپنے مع لشکر کے اس میں سوار ہوکر دوسرے پار چلے جانا۔ پھر وہاں سے سیدھے مشرق کی جانب چلدینا۔ راستہ میں تمہیں ایک ستار بجاتی ہوئی لڑکی ملے گی۔ تم بغیر کچھ سوچے سمجھے اسکا ستار چھین لینا۔ اور اس سے کہنا کہ جب تک تم تانبے کے شہر کا پتہ نہیں بتاؤ گی۔ یہ ستار تمکو نہیں ملیگا۔ بس باقی پتہ تمہیں وہ لڑکی بتائے گی۔ مجھے اتنا ہی معلوم ہے۔"

شہباز۔ "میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں کیا میں آپ سے ایک اور التجا کر سکتا ہوں۔ اور کیا آپ اسے پوری کردیں گی۔"

چمن افروز۔ "ہاں ضرور۔ بشرطیکہ اسکی تعمیل میرے امکان میں ہو۔"

شہباز۔ (کچھ شرماکر) "مجھے گلشن کی غلامی اور اپنی فرزندی میں قبول فرمائیے۔"

چمن افروز۔ (کچھ دیر سوچکر) "مگر ابھی نہیں۔ جب تانبے کا شہر تلاش کرکے اپنے ملک واپس جانے لگو گے تب مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔"

شہباز۔ "بہت اچھا۔" یہ کہکر اس نے جھک کر چمن افروز کو سلام کیا۔

دوسرے دن شہباز اپنے لشکر کو (جو ہنوز چمن افروز کے یہاں مہمان تھا) آراستہ کرکے پھر تانبے کے شہر کے تلاش میں چمن افروز کے بتائے ہوئے پتہ پر مغرب کی جانب روانہ ہوگیا۔

الغرض بحر ظلمات کے قریب پہنچا۔ اس میں ایک بہت بڑی کشتی تیر رہی تھی۔ جس کے اونچے اونچے بادبان ہوا میں لہرا رہے تھے۔ شہباز مع اپنے لشکر کے آدمیوں وغیرہ کے اس میں سوار ہوکر دوسرے پار پہنچ گئے اور اور مشرق کی جانب چلدیا۔

Taj Tahir Foundation

کشتی میں کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ستار بجاتی ہوئی لڑکی ملی + شہباز نے جھٹ پٹ اسکا ستار چھین لیا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ جب تک تم تانبے کے شہر کا پتہ نہیں بتاؤ گی۔ یہ ستار نہیں دوں گا +

اس دوشیزہ لڑکی نے ایک انگڑائی لیکر ساڑھی کا آنچل کندھے پر ڈالتے ہوئے کہا "تم تانبے کے شہر کا پتہ پوچھنا چاہتے ہو؟" شہباز نے جواب دیا "ہاں!" لڑکی بولی اچھا تم بحر ظلمات کے کنارے کنارے سیدھے چلے جاؤ۔ راستہ میں تمہیں ایک سفید ریش جوگی ملے گا۔ جو ہری ہری گھاس پر سمرن پھراتا ہوا بڑبڑا رہا ہوگا۔ تم فوراً اسکی سمرن چھین لینا۔ اور اس سے کہنا کہ میں اسکو توڑے ڈالتا ہوں۔ ورنہ تانبے کے شہر کا پتہ بتاؤ۔ باقی پتہ وہ جوگی بتائیگا +

شہباز نے لڑکی کو ستار واپس کر دیا۔ اور بحر ظلمات کے کنارے کنارے چلدیا + راستہ میں اسکو ایک جوگی ملا جو ہری ہری گھاس پر بیٹھا سمرن پھراتا ہوا گنگنا رہا تھا + شہباز نے اسکی سمرن چھین لی اور کہنے لگا کہ میں اسکو توڑے ڈالتا ہوں۔ ورنہ مجھے تانبے کے شہر کا پتہ بتاؤ +

جوگی بولا۔ "بیٹا اسکو توڑو مت مجھ سے تانبے کے شہر کا پتہ پوچھ لو +"

شہباز۔ "اچھا نہیں توڑتا بتائیے"

جوگی۔ "تم یہاں سے سیدھے بحر ظلمات کے کنارے کنارے چلے جاؤ۔ کنارے کے سرحد پر ایک بہت بوڑھا آدمی جس کی سفید ڈاڑھی نصف پانی میں ڈوب رہی ہوگی۔ بیٹھا ہوا ملے گا + تم فوراً اسکے ہاتھ پاؤں پکڑ لینا۔ اور کہنا کہ مجھے تانبے کے شہر کا پتہ بتاؤ۔ ورنہ میں تمکو پانی میں ڈھکیلے دیتا ہوں۔ وہ ہاتھ پاؤں چھڑانے کی کتنی ہی کوشش کرے + اور شور غل مچائے۔ جب تک تمہیں وہ تانبے کے شہر کا پتہ نہ بتائے اسکو آزاد نہ کرنا"

شہباز اسکی سمرن واپس دیکر پھر بحر ظلمات کے کنارے چلدیا +

کنارے کی سرحد پر بوڑھا آدمی جس کی سفید ریش نصف کے قریب پانی میں ڈوب رہی تھی بیٹھا ملا + شہباز نے ایک دم اسکے ہاتھ پیر جکڑ لئے۔ اور اس سے کہا تانبے کے شہر کا پتہ مجھے بتائیے۔ ورنہ آپ ابھی پانی میں گرتے ہیں +

بوڑھے نے اپنے ہاتھ پاؤں چھڑانے کی کوشش میں اپنی تمام قوت صرف کر دی۔ مگر اسکو تو شہباز اور اسکے لشکر کے تقریباً دس آدمی جکڑے ہوئے تھے + اسلئے اسکی تمام کوشش بے سود ثابت ہوئی +

جب بوڑھے کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ تانبے کے شہر کا پتہ بتائے بغیر آزادی ناممکن ہے۔ تو بولا دیکھیے سامنے کتنے درخت کھڑے نظر آ رہے ہیں۔ ان کے پیچھے اگلو + تانبے کے شہر کی فصیل ملجائیگی +

Taj Tahir Foundation

شہباز اسکو چھوڑ کر بوڑھے کے بتائے ہوئے پتہ پر چلدیا۔ اور خدا خدا کرکے وہ تانبے کے شہر کے پاس آگیا +
اس نے سب لشکر وہیں درختوں کے سائے میں پڑاؤ ڈالدیا + شہباز دس سپاہیوں کا ایک دستہ
اس فصیل کا دروازہ معلوم کرنے بھیجا۔ اور وہ ایک ہفتہ تک شہزادہ کی نظروں سے غائب رہا + نویں دن اس نے
آکر کہا۔ کہ وہ صاحب ہم نے اس شہر کا دروازہ بہت تلاش کیا۔ لیکن خدا معلوم یہ کیسا عجیب شہر ہے کہ اسکا نہ کوئی
دروازہ ہے اور نہ کسی شہر کی کا نشان +

شہباز بہت حیران اور پریشان ہوا + سب کی متفقہ رائے ہوئی کہ اس میں سرنگ لگاکر اسکے اندر
داخل ہونا چاہئے + مگر اس میں بھی ناکامیابی ہوئی۔ کیونکہ کھودتے کھودتے زمین میں پانی نکل آیا۔ مگر
دیوار کی نیم ہی ختم نہ ہوئی + دیوار میں نقب بھی نہ لگ سکتا تھا کیونکہ تانبے کو بغیر اوزاروں کے کاٹنا ناممکن تھا
لشکر کے تمام آدمی اداس اور دل شکستہ بیٹھے کہہ رہے تھے کہ کیا کریں۔ کیا نہ کریں + شہباز علیحدہ
ماتھا پکڑے سر جھکائے پریشان بیٹھا تھا + تمام لشکر میں ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا +

ایک بوڑھا سپاہی بولا کہ اس فصیل کے سہارے سیڑھیاں لگاکر اور اسکے ذریعہ سے اوپر چڑھکر اندر کا
حال معلوم کرنا چاہئے + چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تین چار دن میں جب بانسوں کی سیڑھی بنگئی تو تانبے کے شہر
کی فصیل کے سہارے اسکو رکھا گیا + اور اسکے اوپر ایک آدمی چڑھا + جیوں ہی وہ دیوار کی سرحد پر پہنچا تو اس نے ایک
قہقہہ لگایا اور تالیاں بجاتا ہوا اسکے اندر جا کودا + اسکے ہمراہیوں نے اسکو بہت پکارا اور بہت چیخے چلائے
مگر انکو کوئی جواب نہ ملا + اب دوسرا آدمی جی کڑا کرکے چڑھا۔ اسکے ہمراہیوں نے اسکو اچھی طرح سمجھا
دیا کہ دیکھ پہلے آدمی کی طرح اس میں فوراً مت جا کود لو۔ بلکہ جو کچھ تو اس میں دیکھے۔ وہیں سے ہم سے کہہ دیجیو۔
وہ بھی اسی طرح فصیل کی سرحد پر پہنچکر قہقہہ لگاتا ہوا اور تالیاں بجاتا ہوا اسکے اندر کود گیا + بہت
اسکو آوازیں دی گئیں اور اسکے ہمراہیوں نے اسکا نام لے لے کر بہت پکارا۔ اور چیختے چلاتے سب کے گلے بیٹھ گئے +
اب کسی کی اس پر چڑھنے کی ہمت نہ ہوئی + لیکن شہباز نے فوراً حکم دیا کہ اب جو آدمی چڑھے گا اور اسکا حال
معلوم کریگا۔ تو اسکو بہت سا انعام ملیگا۔ اگر اسکی جان جائیگی تو اسکے اہل و عیال کو دیت دی جائیگی +
یہ سنکر ایک بڈھے نے اپنی کمر سے رسا باندھا اور رسا سرا اپنے ہمراہیوں کے ہاتھ میں پکڑا کر کہا اگر
میں بھی ان آدمیوں کی طرح اسکے اندر کودنے لگوں تو مجھکو کھینچ لینا +

چنانچہ جب یہ بڑے میاں بھی فصیل کے اوپر پہنچے تو یہ حضرت بھی قہقہے لگاتے اور تالیاں بجاتے اس کے اندر
کودنے لگے۔ اب بڑا زور ہوا کہ اسکے ہمراہی تو اسکو رسا پکڑ کر اپنی طرف کھینچیں اور وہ حضرت اپنی طرف کو +

Taj Tahir Foundation

اسی کھینچا تانی میں اسکا آدھا دھڑ تو اسکے ساتھیوں کی طرف آپڑا اور نصف اس فصیل کے اندر جا گرا ۔ جب سے اس شہر کا نام دیوار قہقہہ کے نام سے مشہور اور ضرب المثل ہے ۔

شہباز سے لشکر کے سردار نے کہا کہ "یہ آپکی بہادری کی بیّن دلیل ہے کہ آپ نے اس شہر کو تلاش کر کے ہی چھوڑا ۔ مگر جب خدا کو اسی شہر کی فصیل ہی دکھانا منظور ہے تو اسمیں کیا چارہ ہے ۔ اب واپس چلئے بادشاہ سلامت سے اسکا اتنا ہی حال کہہ دیجئے گا ۔"

شہباز نے تھوڑی دیر خاموش رہکر جواب دیا ۔ "اچھا چلو ۔ دو تین آدمیوں کی مفت میں جانیں ضائع ~~ہوئیں~~ ہوئیں ۔ اتنی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں ۔ جنگل جنگل کی خاک چھانی ۔ مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا ۔" یہ کہکر وہ آنکھوں میں بھر لایا ۔

(۱۶)

شہباز مع لشکر کے وہاں سے چلدیا ۔ ادھر ادھر وہ نظریں دوڑاتا ہوا اور سیر کرتا ہوا چلا جارہا تھا کہ اسے بائیں ہاتھ کی طرف ایک سربفلک پہاڑ نظر آیا ۔ شہباز نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "لاؤ لگے ہاتھوں اس پہاڑ کی بھی سیر کرتے چلیں ۔ روز روز ایسے مقامات پر کوئی تھوڑی ہی آیا کرتا ہے ۔" سب نے ایک زبان ہوکر کہا کہ "بہتر ہے ۔"

وہ سب بائیں کو مڑ گئے ۔ اور پہاڑ پر چڑھکر ادھر ادھر ٹہلنے اور سیر کرنے لگے ۔ ایک طرف پہاڑ سے نیچے بحر ظلمات موجیں مارتا ہوا نظر آرہا تھا ۔ دوسری طرف ہرا بھرا جنگل آنکھوں کو تراوٹ بخش رہا تھا تیسری طرف تانبے کے شہر کے فصیل اندلس کے لق و دق میدانوں میں سورج کی روشنی میں چمکتی ہوئی بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی ۔

شہباز مع اپنے لشکر کے آدمیوں سے پہاڑ پر بڑی دلچسپی کے ساتھ سیر کر رہا تھا کہ اسے ایک غار نظر آیا ۔ شہباز اور اسکے لشکری اس میں اتر گئے ۔ وہاں انہیں ایک صاف ستھری جھونپڑی نظر آئی ۔۔۔ اس میں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا اور ایک سفید ریش بوڑھا چٹائی پر سو رہا تھا ۔ اور اسکے ہاتھ میں تسبیح ہونے کی وجہ سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عبادت کرتے کرتے اسکو نیند آگئی ہوگی ۔

شہباز نے اسکی صورت شکل نہایت غور سے دیکھی اور اسکو پہچان گیا ۔ اور وہیں بیٹھ گیا اور ساتھیوں سے یہ کہکر ان کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ "ان بڑے میاں سے باتیں کر کے چلیں گے ۔"

جب بڑے میاں سو کر اٹھے تو اپنی جھونپڑی میں آدمیوں کا اجتماع دیکھکر بڑے حیران ہوئے

شہباز نے ان کو سلام کیا۔ وہ شہباز کو بڑے غور سے دیکھکر بولے "شاید میں نے تمہیں شاید کہیں دیکھا ہے"

شہباز نے ہنسکر جواب دیا "جی شاید کہیں۔ بڑے میاں آپ اس کو بھول گئے۔ جس نے اندلس کے مغربی میدانوں (جب انکو ایک چیتا زخمی کر گیا تھا) انکو پانی لاکر پلایا اور انکا اونٹ ڈھونڈ کر لایا تھا"

بڑے میاں — "ہاں ہاں۔ اب یاد آیا کہ تم وہی میرے مہربان ہو۔ اور یہ آپکے ساتھ لشکر کے سے آدمی کیسے ہیں؟"

شہباز — "یہ میرے لشکر کے آدمی ہیں"!

بڑے میاں — "تو پھر آپ کسی ملک کے شہزادے معلوم ہوتے ہیں"؟

شہباز — (ہنسکر) جی ہاں میں اندلس کا شہزادہ ہوں"

بڑے میاں — "تو پھر اچھا آپ ادھر کیسے آگئے۔ یہاں تو آدمی بہت کم آتے ہیں۔ جنہیں خاص طور سے اس طرف کا راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔ سو برس سے زیادہ کا عرصہ ہونے کو آیا آج تک میں نے یہاں کسی انسان کی صورت نہیں دیکھی ہے"

شہباز — "جی ہاں! میں اس طرف خاص آدمیوں سے راستہ دریافت کرکے تانبے کے شہر کی تلاش میں آیا تھا"

بڑے میاں — (چونک کر) "تمہیں تانبے کے شہر کا پتہ کس نے بتایا اور کیا وہ مل گیا"؟

شہباز — "جی ہاں مجھے جس شکل سے تانبے کے شہر کا پتہ معلوم ہوا ہے۔ اسکو میں ہی جانتا ہوں۔ ہاں وہ مل تو گیا۔ مگر ایسے ملنے سے کیا فائدہ۔ جب اسکے اندر ہی نہیں داخل ہو سکتے"

بڑے میاں — "ہاں مشکل سے تو معلوم ہوا ہی ہوگا۔ کیونکہ اسکا پتہ دنیا میں صرف دو تین آدمیوں کو ہی معلوم ہے اور وہ اسکا پتہ کسی کو بہت کم بلکہ قریب قریب بتاتے ہی نہیں ہیں"

شہباز — "کیوں بڑے میاں۔ کیا اس تانبے کے شہر کا کہیں دروازہ نہیں ہے"؟

بڑے میاں — "ہے کیوں نہیں۔ کسی عمارت شہر وغیرہ کا دروازہ بھی نہیں ہوتا"!

شہباز — "پھر ہمیں ملا کیوں نہیں"

بڑے میاں — "اسکا دروازہ اسی قسم کا ہے کہ باہر سے نہیں معلوم ہوتا۔ اور اسکا بھیتری تالا ہے اور اسکی کنجی ایک شخص ...." یہ کہکر وہ خاموش ہوگئے

شہباز — (ذرا مسکرا کر) "ہاں ہاں بتائیے بتائیے کس شخص کے پاس ہے"؟

Taj Tahir Foundation

بڑے میاں ۔ (ہنسکر) "میرے پاس ہے"۔

شہباز ۔ (کچھ سوچکر اور دل میں خوش ہوکر) "کیا میں آپ سے اس کنجی کے طلب کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں ۔ اور آپ اسکے دروازے کا نشان بتا سکتے ہیں +

بڑے میاں ۔ (بہت کچھ سوچ بچار کے بعد) "تانبے کے شہر کی کنجی نہ میں نے آج تک کسی کو دی ہے اور نہ آئندہ کسی کو دیتا ۔ مگر چونکہ میں تمہارے چہرے بشرے سے محسوس کرتا ہوں کہ تم نے اسکی تلاش میں بہت کچھ محنت اور تکلیفیں اٹھائی ہیں ۔ اور دوسرے ...."

لشکر کا سردار (بات کاٹکر) "اجی ان کی تکلیفوں اور مصیبتوں کی کچھ نہ پوچھئے ۔ تقریباً دو سال سے اسکی تلاش میں بڑے بڑے خطرناک جنگلوں بنوں کی خاک چھانی ۔ تب جاکر ملا ۔ مگر اب تو نہ ملنے کے برابر ہے جبکہ....+

بڑے میاں ۔ (بات کاٹکر) "ہاں میں جانتا ہوں کہ ان کو اسکی تلاش میں کیسی کیسی مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا ہوا ہوگا + اچھا ہاں ۔ (شہزادے شہباز سے مخاطب ہوکر) دوست اندلس سے مغربی میدانوں میں چلتے وقت میری تکلیف کے وقت سچے دل سے میری ہمدردی اور میرے ساتھ نیکی کی تھی ۔ اسکا بدلہ مجھے ادا کرنا چاہئے ورنہ میں خدا کے سامنے احسان فراموش گردانا جاؤں گا + جس طریقہ سے تم نے اس وقت میری دلجوئی کی تھی اسکا احساس ہنوز میرے دل پر موجود ہے + اس لئے میں تمکو تانبے کے شہر کی کنجی دیدوں گا اور اس شہر کے دروازے کا نشان بھی بتادوں گا + ابھی تم یہاں آرام کرو ۔ اور کچھ روکھا سوکھا آپکے سامنے حاضر کرتا ہوں +

شہباز ۔ "نہیں نہیں آپ کھانے کے انتظام کی مطلق فکر نہ کیجئے ۔ ہمارے پاس کھانا موجود ہے دوسرے ہم لوگوں کا پیٹ بھرا ہوا ہے +

پڑھنے والے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے قصے کے ہیرو شہباز کو تانبے کے شہر کی کنجی ملنے کی کتنی خوشی ہوگی ۔ فرط مسرت میں اسکا دل بلیوں اچھلنے لگا ۔ وہ لیٹ گیا ۔ اور دل میں کہنے لگا ۔ "سبحان اللہ کسی کے ساتھ نیکی کرنا بھی کیسی اچھی بات ہے یہ کہیں نہ کہیں ضرور کام آتی ہے ۔ اسکا نیک بدلہ ضرور ملتا ہے +

بہت دیر بعد شہباز نے بڑے میاں سے کہا "حضور ہمیں اپنے ملک اب بہت جلد پہنچنا ہے ۔ اس لئے مہربانی فرماکر ہمیں وہ کنجی دیدیجئے +

بڑے میاں "اچھا لو" کہکر اٹھے + اپنی جھونپڑی میں ایک جگہ سے پتھر اٹھایا تو اس جگہ ایک تہہ خانہ تھا ۔ وہ اسکے اندر اتر گئے +

شہباز کو اسکے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا وہ نزدیک آکر کہنے لگا کہ مجھے اسکے اندر آنے کی اجازت ہے؟+

Taj Tahir Foundation

شہباز اجازت پاکر اس کے اندر اتر گیا۔ اور بڑے تعجب سے اسکو اِدھر اُدھر سے دیکھنے لگا۔ اس تہ خانے میں کئی بڑے بڑے لوہے کے صندوق رکھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ قسم قسم کے برتنوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کہیں لوہے کے پلنگ چوکی وغیرہ بچھی تھیں۔ اور بہت سا سامان وہاں پڑا ہوا تھا۔ شہباز نے سفید ریش سے پوچھا یہ کس کا سامان ہے؟ سفید ریش نے جواب دیا "بیٹا میرا ہی ہے۔ بہت عرصہ گذرا کہ میں اپنے عیش و آرام کے سامان کو یہاں بند کرکے اپنی باقی عمر کے ایام خدا کی یاد میں کاٹ رہا ہوں"۔ بوڑھے نے ایک بہت بڑا لوہے کا صندوق کھولا اور اس میں سے ایک ہاتھ لمبی لوہے کی کنجی نکالی اور صندوق بند کرکے دونوں باہر آگئے۔

بوڑھے نے شہباز کو کنجی دیکر کہا "دیکھو تم تانبے کے شہر کا پتہ اس طرح معلوم کرنا کہ اسکی ایک دیوار سہارے ایک تاڑ کا درخت کھڑا ہوگا۔ اسی جگہ دیوار میں ایک سوراخ ہے۔ اس سوراخ میں یہ کنجی ڈالکر بائیں ہاتھ کی طرف گھماکر اسکو نکال لینا۔ اور اُسی جگہ اپنی پوری طاقت صرف کرکے ہاتھ مارنا کہ دروازہ کھل جائیگا اندر چلے جانا۔ وہاں کے لئے ہدایات بھی سن لو۔ اور وہ یہ ہیں:۔

جب تم شہر کے اندر داخل ہوگے تو تمہیں سامنے ایک بڑا عالیشان سونے کا محل نظر آئیگا۔ جس کی چوٹی پر ایک ہیروں کا تاج رکھا ہوگا۔ جس کے ہیروں کی روشنی تمام شہر میں پھیل رہی ہوگی۔ محل کے دروازہ پر یعنی پھاٹک پر تمہیں چند نوجوان سرخ اطلس کا لباس زیب تن کئے اور ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے کھڑے ہوں گے۔ تم ان سے کچھ بات چیت مت کرنا۔ اور سیدھے پھاٹک کے اندر چلے جانا۔ محل کے خاص دروازہ پر بھی تمہیں آٹھ دس آدمی کمخواب کی پوشاک پہنے اور ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے کھڑے ہوں گے۔ ان سے کچھ تعرض نہ کرنا۔ اور محل کے اندر داخل ہوجانا۔

محل میں تم سب سے پہلے ایک بہت بڑے کمرے میں پہنچوگے۔ اس میں تمہیں ایک زینہ نظر آئیگا اسکے ذریعہ سے تم فوراً محل کی چھت پر چڑھ جانا۔ محل کی چوٹی پر پہنچکر اس ہیروں کے تاج کو اپنے سر پر رکھ لینا اور پہنے ہوئے چلے آنا۔ پھر جو چاہو وہ کرنا۔ تم اس شہر کے مالک ہوگے۔

شہزادہ شہباز خوشی سے اُچھل پڑا۔ اور بڑے میاں کا بہت بہت شکریہ ادا کرکے اور ان کو سلام کرکے سب پہاڑ پر سے اتر آئے۔ اور چشم زدن میں تانبے کے شہر کے پاس آگئے۔

بوڑھے کے بتائے ہوئے دروازے کا نشان تلاش کیا۔ اور پھر بڈھے کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق سوراخ میں کنجی ڈال کر اسکو بائیں ہاتھ کی طرف گھمائی اور اسکو نکال کر اس جگہ زور سے ہاتھ مارا

Taj Tahir Foundation

ایک تڑتڑاہٹ کی سی آواز آئی اور ایک پھاٹک سا کھل گیا۔ سب حیران رہ گئے کہ یہ عجیب دروازہ ہے
کہ کسی کو ظاہر میں نہیں معلوم ہوا۔

شہباز آگے اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکر کے آدمی سینے تان تان کر بڑی شان سے داخل ہوئے۔ سامنے ہی سونے
کا محل کھڑا تھا۔ اور اس کے دونوں طرف بڑی بڑی عالیشان عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ محل کی چوٹی پر ہیروں کا تاج
نہایت آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جس کی روشنی سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

شہزادہ شہباز نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "تم سب چپ چاپ یہیں کھڑے رہو۔" اور خود محل کی
طرف چلا۔ پھاٹک پر بیسیوں نوجوان اطلس کی پوشاکیں پہنے اور ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ شہباز نے
ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ لیکن انہوں نے اپنی تلواریں جھکا جھکا کر رسم تعظیم ادا کی۔ اس شہر کے
باشندے جو وہاں ڈول پھر رہے تھے۔ اس لشکر کو دیکھ کر وہاں جمع ہوتے جا رہے تھے۔

شہباز جب محل کے اصلی دروازے پر پہنچا تو وہاں بھی چند ادھیڑ عمر کے آدمی کمخواب کی پوشاک پہنے ہوئے
اور کمر سے ننگی تلواریں لٹکائے پہرہ دے رہے تھے۔ شہباز نے ان سے بھی کچھ تعرض نہ کیا اور محل کے
اندر داخل ہو گیا۔

وہ اب ایک بڑے کمرے میں تھا۔ شہباز کے تعجب اور خوشی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا جب کہ اس نے دیکھا کہ
یہ کمرہ اوپر سے نیچے تک سنہری تھا۔ دیواروں میں ہیرے و لعل جڑے ہوئے تھے۔ اور چھت میں الماس نیلم اور
پنے جڑے ہوئے تھے۔ جن کی چمکدار روشنی سے تمام کمرہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ فرش پر سچے موتیوں کی ٹیپ
ہو رہی تھی۔ جو مثل آئینہ کے چمک رہی تھی۔ اور کمرے میں ادھر ادھر سونے چاندی کی کرسیاں جن پر
یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ بچھی تھیں۔ اور آبنوس کی تپائیوں پر خوبصورت گلدستے گلدان
رکھے ہوئے تھے۔ کہیں خوبصورت مجسمے رکھے ہوئے تھے۔ غرض اس عجیب اور خوبصورت کمرے کو تعجب سے دیکھتا ہوا
زینے پر چڑھ گیا۔ اور محل کی چوٹی پر پہنچ کر وہ ہیروں کا تاج اس کے اوپر سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ
لیا۔ اور نیچے اتر آیا۔

وہ محل سے باہر نکلا کیا دیکھتا ہے کہ ہزاروں آدمیوں کا اجتماع ہے اور چار آدمی ایک سونے کا خالی تخت
(جس میں نیلم اور عقیق جڑے چمک رہے تھے) اٹھائے ہوئے محل کے پھاٹک پر کھڑے ہیں۔
"ہمارے شہنشاہ آگئے" کی چاروں طرف سے صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

شہباز یہ عالم دیکھ کر سخت متحیر ہوا۔ اس مجمع میں اس کے ہمراہیوں میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا + اتنے میں تخت نیچے جھکا اور دو سفید ریش بوڑھے جنکی داڑھی زمین کو چوم رہی تھیں۔ اور بہت قیمتی زرق برق لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ شہباز کے نزدیک آئے۔ پہلے انہوں نے جھک جھک کر سلام کیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسے دئے۔ اس کے بعد نہایت مودبانہ طریقے سے کہا "حضور تخت پر جلوہ افروز ہو جئے" شہباز چپ چاپ تخت پر بیٹھ گیا۔ اور دل میں کہنے لگا "دیکھیے قسمت کیا رنگ دکھاتی ہے" +

تخت اونچا اٹھا۔ اور چلنے لگا۔ اور اسکے پیچھے پیچھے لوگوں کا اژدحام بھی رواں ہو گیا۔ چاروں طرف سے باجوں تاشوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اور لوگ باگ شہباز کے اوپر پھولوں کے ہار اور گلدستے برسانے لگے + یہاں تک شہباز پھولوں سے لد گیا + شہباز مزے میں تخت پر بیٹھا ہوا نہایت تعجب سے اس شہر کو دیکھتا جا رہا تھا + جس میں جگہ جگہ تانبے کی عالیشان عمارتیں کھڑی تھیں۔ کہیں بڑے بڑے باغ جن کے درختوں میں ہر قسم کے خوش رنگ میوے لٹک رہے تھے۔ نظر آتے تھے + کہیں سونے اور ہیروں کی کانیں کھدتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ غرض کہیں کچھ نظر آ رہا تھا اور کہیں کچھ + اس شہر کی تمام خوبیاں اور باتیں بیان کرتے قلم عاجز ہے + مکانوں کی چھتوں پر لاکھوں مرد عورتیں چڑھے ہوئے سبز رنگ کے رومال ہلا ہلا کر اپنے اوپر بادشاہ مقرر ہونے کی خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے تھے +

چلتے چلتے یہ جلوس ایک تانبے کے عالیشان سر بفلک قلعے میں داخل ہوا + شہباز تخت قلعے میں داخل ہوتے ہی توپیں چھوٹنی شروع ہو گئیں + تخت ایک اونچے چبوترے پر جس پر خوبصورت پچی کاری کا کام ہو رہا تھا۔ رکھا گیا +

اس قلعہ کو تو دیکھ کر شہباز مبہوت ہو گیا + اس میں تانبے اور پیتل کے نہایت کشادہ اور وسیع دیوانخانے اور دالان بنے ہوئے جن کی دیواروں میں رنگین قیمتی پتھر جڑے جگمگا رہے تھے۔ اور ان کے اندر خوبصورت رتھیں گاڑیاں۔ اور بہت سی عجیب و غریب چیزیں رکھی تھیں + دوسری طرف بڑے بڑے تانبے پیتل کے ہی بکثرت گھوڑے جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ بیچ میں ایک لق و دق میدان تھا جس کی کوئی حد ہی نہیں معلوم ہوتی تھی + دیوانخانوں اور کمروں کے اوپر نہایت اونچے اور عالیشان برج بنے ہوئے تھے۔ جن کے کلسوں میں نیلم اور پکھراج جڑے عجب تابانی دکھا رہے تھے + اور ان پر رنگین جھنڈے لہراتے ہوئے عجب بہار دکھا رہے تھے +

Taj Tahir Foundation

ایک نہایت عالیشان عمارت میں سے جس کی بابت شہباز کو یہی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسکی لمبائی اور چوڑائی کی حد کہاں ہے ۔ کچھ آدمی جو سبز رنگ کے صافے باندھے ہوئے اور سرخ لباس پہنے ۔ کندھوں پر ننگی تلواریں رکھے ہوئے تھے ۔ قطار در قطار نکلنے شروع ہوئے ۔ جن کو دیکھ کر لاکھوں آدمیوں کا مجمع جو وہاں جمع تھا ۔ سمٹ سمٹ کر پیچھے ہٹ گیا + وہ سب اس چبوترے کے چاروں طرف جمع ہوتے گئے ۔ تھوڑی دیر میں اتنے جمع ہوگئے کہ ان کا شمار کرنا اس وقت انسان کی طاقت سے بعید تھا + یہ قلعہ کی فوج تھی + یہ دو رویہ صف بستہ شہباز کے سامنے کھڑی ہوگئی + یہ سب سپاہی تلواریں خم کرکے تین بار نیچے جھکے جس سے یہ مطلب تھا ۔ کہ انہوں نے خوشی اور نہایت تعظیم و ادب کے ساتھ اپنے بادشاہ کے سامنے سر جھکا دیا ہے + اسکے بعد یہ تمام سپاہی یکلخت چلا اُٹھے ۔ "شہنشاہ سلامت رہے +" اور آہستہ آہستہ یہ فوج جہاں سے آئی تھی ۔ چلی گئی + اور عام آدمیوں کا مجمع بھی رفتہ رفتہ کم ہونے لگا ۔ صرف تھوڑے سے آدمی رہ گئے ۔ جن میں شہباز کے لشکر کے تمام آدمی موجود تھے ۔ اور وہ دو آدمی بھی موجود تھے جو اس شہر کی فصیل پر سے اس کے اندر قہقہے لگاتے ہوئے آکودے تھے ۔ شہباز ان کو دیکھکر مسکرا پڑا +

وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا ۔ کہ دو نہایت ضعیف آدمی ، جن کی کمر کمان کی طرح خم تھی ۔ بھویں تک چاندی سی سفید تھیں ہاتھ پیر اور چہرے پر جھریاں پڑی تھیں ۔ اور سبز مخمل کے لبادے جن پر سنہری کام ہو رہا تھا + شاہی پوشاک لیکر شہباز کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ حضور آج سے اس تانبے کے شہر کے بادشاہ ہیں ۔ اور شاہی لباس حاضر ہے ۔ زیب تن کیجئے ۔ اور کھانا تناول فرمائیے " شہباز نے مسکرا کر وہ پوشاک لیکر پہنی ۔ اور ان دونوں سے دریافت کیا کہ آپ یہاں کے کون ہیں ۔ اور آپ لوگوں کا اسم شریف کیا ہے +

ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہم وزیر ہیں اور عارضی طور پر بادشاہ کی طرف سے اس شہر کا انتظام کرتے ہیں + اب ہمارے بادشاہ کو خداوند عالم نے بھیجا ہے ۔ اس لئے اب اسکا انتظام آپ کے سپرد ہوگا + اور ہم آپکے وزیر ہی رہیں گے + میرا نام آزاد ہے اور اسکا (دوسرے کی طرف اشارہ کرکے) نام سلمان ہے +

شہباز چاہتا تھا کہ کچھ اور اس تانبے کے شہر کی بابت پوچھے ۔ مگر اس نے مناسب نہ سمجھا اور دل میں کہا کہ ابھی جلدی کیا ہے ۔ اطمینان سے بیٹھکر پوچھ لوں گا +

شہباز تخت پر سے اُتر کر ان دونوں وزیروں کے ساتھ ہو لیا ۔ اور اپنے لشکر کے آدمیوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر دیا +

Taj Tahir Foundation

چلتے چلتے سب ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ جس میں قالین بچھے ہوئے تھے اور اس پر زریں گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ تمام کمرہ زرنگار تھا۔ چنانچہ وہ سب وہاں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر میں ایک آدمی آیا اور ان کے آگے دسترخوان بچھا کر چلا گیا۔ پھر کئی آدمی شیشے اور سونے و چاندی کے برتنوں مختلف اقسام کے کھانے اور میوے مٹھائیاں لیکر آئے اور دسترخوان پر چنکر چلے گئے۔ چنانچہ سب نے ملکر کھانا کھایا۔ وہ تمام کھانے ایسے مزیدار اور لذیذ تھے کہ شہباز اور اسکے ساتھیوں نے کبھی عمر بھر میں نہ چکھے ہونگے۔

شہباز نے اب اطمینان سے کھاتے میں آزاد وزیر سے پوچھا کہ کیوں صاحب! اس عجیب و غریب شہر کا بانی کون ہے۔ کیا ابتداء سے ہی اسکا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ یا اسکا بادشاہ مرگیا ہے؟

آزاد۔ (ہنسکر) کیا آپکو اسکی بابت کچھ نہیں معلوم۔؟

شہباز۔ معلوم تو ہے مگر بہت کم معلوم ہے۔!

آزاد۔ اچھا سنئے! سیکڑوں برس گذرے کہ یہ شہر ایک ایسے امیر آدمی نے بنوایا تھا کہ جس کے پاس اس قدر دولت تھی کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے ~~خیال~~ خواب و خیال میں بھی نہ ہوگی۔ جب وہ اس تانبے کے شہر کو بنوا چکا تو اسکے بنوانے کے بعد جو جتنی دولت اس کے پاس باقی بچی وہ اور اپنا تمام سامان اس قلعہ میں اور سونے کے محل میں قرینے سے رکھوا کر اور یہاں سیکڑوں آدمیوں کو داخل کرکے (جو اپنی خوشی سے یہاں بود و باش کو آئے تھے) اس شہر کے دروازے کو بند کردیا۔ اور کنجی اسکی اپنے پاس رکھ لی اور خود اپنے معبود کی عبادت میں مشغول ہوگیا۔ جب وہ مرنے کے قریب ہوا تو اس نے وہ کنجی ایک خدا رسیدہ بزرگ کو دیدی۔ اور جب وہ مرنے لگا تو اس نے بھی وہ کنجی کسی درویش دیدی۔ غرض اسی طرح اس شہر کی کنجی ایک دوسرے خدا رسیدہ بزرگوں کے پاس سلسلہ بسلسلہ چلی آئی ہوگی۔ اور .....؟

شہباز۔ (بات کاٹکر) جی ہاں۔؟

آزاد۔ پانی پیکر اور ایک گہرا سانس لیکر پھر گویا ہوا۔ اور ہاں ایک ہیروں کا تاج بنوا کر اس سونے کے محل کی چوٹی پر رکھوا دیا اور یہاں کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ جو کوئی اس تانبے کے شہر کا دروازہ کھول اندر آجائے اور اس تاج کو محل پر سے اتار کر اپنے سر پر رکھ لے۔ وہی تمہارا بادشاہ اور اس شہر کا مالک ہوگا۔ یہ ہے اسکا مفصل حال۔

کھانا کھاکر اور تھوڑی دیر آرام کرکے شہباز نے آزاد وزیر سے کہا کہ مجھے اس تمام قلعہ اور اس

Taj Tahir Foundation

سونے کے محل کی جلد سیر کرا دو - پھر میں اپنے والد کے پاس اس شہر کے ملنے کی خوشخبری لیکر جاؤں گا جنہوں نے مجھے اس شہر کی تلاش میں بھیجا تھا - پھر میں ان کو لیکر یہاں آؤں گا اور یہیں رہا کروں گا اور ان کو اختیار ہے کہ وہ یہاں رہیں یا اپنے ملک ہی واپس چلے جائیں +

آزاد نے جواب دیا "بہتر ہے چلئے سیر کراؤں" + سب اُٹھ کھڑے ہوئے شہباز اور آزاد وزیر سب کے آگے آگے چلنے لگے +

پہلے شہباز نے دیوان خانوں کو دیکھا - پھر کمروں کو ملاحظہ کیا - جن کے اندر لڑائی کا سامان بھرا ہوا تھا - اور دیگر قسم کا سامان تھا + پھر اس عمارت کے اندر گیا - جس میں سے فوج نکلی تھی - اس میں فوجی سپاہی رہتے تھے - ان کی خوبصورت وردیاں، تلواریں، ڈھالیں اور نیزے برچھے وغیرہ دیواروں پر لٹکے ہوئے بہت اچھے معلوم ہو رہے تھے +

شہباز نے ہنسکر آزاد وزیر سے پوچھا "اس شہر کے بانی جب بادشاہ نہیں تھے تو ان کے پاس یہ بادشاہوں کا سا لڑائی کا سامان اور فوج کہاں سے آئی" اس نے جواب دیا کہ "حضور! یہ سب سامان روپئے سے لیکر خرید کر یہاں رکھا +

جب شہباز تمام قلعے کی سیر کر چکا تو قلعے کے باہر آیا + آزاد نے کہا "حضور ٹھیرئے ہاتھی یا کوئی گاڑی تیار کرا دوں" + شہباز (مسکرا کر) بولا - "نہیں مجھے پیدل ہی چلنے میں لطف آئیگا" +

سب سونے کے محل میں پہنچے - شہباز محل کے بیشمار کمروں کو دیکھکر بولا "ان سب کو سچ تو میں دو تین دن میں بھی نہ دیکھ سکوں گا - مناسب یہ ہے کہ صرف خاص خاص دکھا دو - پھر باقیوں کو اپنے ملک سے واپس آکر دیکھوں گا" +

آزاد وزیر نے "اچھا" کہکر پہلے خزانہ کا کمرہ کھولا اور کہا "آئیے پہلے اسے دیکھئے" -

وہ شہباز کو اس بیش قیمت کمرہ کے اندر لے گیا - جس کی سونے کی دیواروں اور چھتوں میں طرح طرح بیش قیمت رنگین پتھر جڑے ہوئے تھے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

گویا رنیٹ ہے جواہر کی جڑی"

فرش اس کا خالص چاندی کا تھا + نہایت قرینے سے وہاں متعدد سونے چاندی کے صندوق جن پر خوبصورت نقش و نگار بن رہے - رکھے تھے + آزاد نے کہا "حضور! ان صندوقوں میں ہی اس بانی شہر کی اصل دولت یعنی نہایت قیمتی ہیرے جواہرات اور سچے موتی اور

Taj Tahir Foundation

اور اشرفیوں کے توڑے بھرے ہیں کہ جو یقیناً ایک انسان کے خواب و خیال سے باہر ہیں۔ شہباز ہنس پڑا اور اس نے ایک ہیروں کا صندوق کھولکر دیکھا تو ہیروں کی چمک دمک سے اسکی اور اسکے ساتھیوں کی آنکھیں خیرہ کیا بلکہ بالکل بچ گئیں۔

اسکے بعد دوسرے کمرے میں گیا۔ اسکی سونے کی دیواروں پر ایسے اعلےٰ درجہ کے نقش نگار بنے ہوئے تھے کہ شہباز ان کو دیکھکر حیران رہگیا۔ ایک دم پکار اٹھا کہ "اے صانع ازل تیری قدرت کے میں نثار" وہاں سونے چاندی کی تپائیوں پر اسلحہ کا سامان رکھا تھا۔ اور بادشاہوں کے کئی خوبصورت تاج رکھے تھے اور بیسیوں قسم کے شاہی زرتیں لباس آبنوس کی کھونٹیوں پر لٹک رہے تھے۔ کہیں سونے کی تلواریں اور آبنوس کی چھڑیاں جن پر نہایت باریک نقش نگار بن رہے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی عجیب و غریب چیزیں رکھی تھیں۔ شہباز نے آزاد سے پوچھا کہ "یہ شاہی سامان کس کا ہے"؟ آزاد نے جواب دیا کہ "حضور یہ ان قدیم بادشاہوں کا سامان ہے جو اندلس میں حکومت کر گئے تھے"۔ شہباز یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ آزاد اسکو تیسرے کمرے میں لےگیا۔ اس میں آبنوس صندل اور سونے کے چھوٹے چھوٹے صندوق رکھے تھے۔ جن میں کچھ ہتھیلی کے برابر بھی تھے۔ اور ان میں بیش بہا جواہرات کے ننھے ننھے نگ جڑے ہوئے تھے۔ اسکے بعد شہباز چوتھے کمرے میں گیا۔ جس میں زر نگار مخمل کمخواب مشجر اور اطلس کی جگمگاتی پوشاکیں آبنوس کی لکڑی کی کھونٹیوں پر لٹک رہی تھیں۔ آزاد نے شہباز سے کہا "حضور یہ تمام پوشاکیں صرف بادشاہ کے واسطے ہیں"۔ شہباز ہنس دیا۔ پھر پانچویں کمرے میں گیا۔ اس میں شیشے کے اور سونے چاندی کے عجیب و غریب برتن رکھے تھے۔ جن کی چمک دمک سے سب کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ پھر چھٹے کمرے کو کھولا۔ جس میں نہایت نفیس سونے کے پلنگ مسہریاں جگمگ جگمگ کرتی بچھی تھیں اور ان پر ریشم و مخمل کے گدے بچھے تھے۔ ساتویں کمرے کو دیکھا۔ یہ سب کمروں سے بڑا اور عالیشان تھا۔ چھت میں شیشے کے جھاڑ اور فانوس لٹک رہے تھے۔ اسکی دیواروں میں بھی لعل پکھراج اور یاقوت جڑے عجب اور عدیم المثال تابانی دکھا رہے تھے۔ وہاں ایک بہت بڑا سونے کا تخت جس میں ہیرے جڑے تھے رکھا تھا اور اس کے دونوں جانب سونے کے دو طاؤس پروں کو پھیلائے کھڑے تھے۔ یہ مور ایسے خوبصورت بنے تھے کہ اصل اور مصنوعی طاؤس میں مشکل سے فرق معلوم ہو سکتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی بولتے ہیں۔ پروں پر نیلم اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ زمین پر قالین بچھے تھے۔ یہ کمرہ بادشاہ کے دربار کرنے کے واسطے تھا۔

آٹھویں کمرے کو کھول کر دیکھا تو اس میں بیسیوں شیشے کی الماریاں رکھی تھیں۔ اور ان میں

نایاب قیمتی کتابیں چنی ہوئی تھیں - اور ہر الماری کے آگے ایک ایک چاندی کی کرسی اور تپائی بچھی تھیں + اس کمرے کی چھت میں ایک قسم کے ستارے جڑے ہوئے تھے - جن سے رات میں اس کمرے میں روشنی ہوتی تھی + چونکہ شہباز کو پڑھنے کا حد سے زیادہ شوق تھا - اس لئے وہ اس علمی کمرے کو دیکھکر خوشی سے اچھل پڑا + نویں کمرے کو کھولا - یہ کمرہ خاص بادشاہ کے آرام کرنے اور رات میں سونے کے واسطے تھا + جہاں خوبصورت سونے کی مسہریاں بچھی ہوئی تھیں - اور ان پر نہایت نرم نرم گدے بچھے تھے - اور ریشمی تکئے لگے تھے + یہ کمرہ نہایت آراستہ و پیراستہ تھا - دیواروں پر نہایت قیمتی رنگین پتھر جڑے تھے +

شہباز تھک کر ایک مسہری پر لیٹ گیا اور اپنے لشکر کے سردار سے کہا کہ "اندلس چلنے کی تیاری کرو" + یہ سنکر آزاد وزیر نے کہا "اگر آپ اجازت دیں تو رتھیں اور گاڑی وغیرہ نکلوا کر تیار کرا دی جائیں + بیلوں کی مضبوط اور خوبصورت جوڑیاں اور گھوڑے وغیرہ سب موجود ہیں" + شہباز نے جواب دیا "ہاں کوئی حرج نہیں تو ان کے علاوہ کچھ تھوڑی سی فوج بھی اسلحہ سے مسلح کرا کر حفاظت کے ہمارے ہمراہ کر دو" + آزاد نے جواب دیا "بہت بہتر ہے - ابھی سب تیار کرائے دیتا ہوں" + یہ کہکر وہ باہر چلا گیا +

(۱۶)

شہباز شاہی لباس زیب تن کر کے اور سر پر معمولی تاج پہنکر اپنے ہمراہیوں سمیت اور ایک مسلح فوج اور معتدبہ سونے چاندی کی گاڑیوں اور رتھوں اور سریلے باجوں کے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ اپنے ملک کی طرف روانہ ہوگیا +

بحر ظلمات کو پار کرنے اور بڑے بڑے میدانوں کے طے کرنے کے بعد اندلس کے لق و دق میدان میں جہاں چمن افروز کا محل تھا - آیا + اپنے لاؤ لشکر کو دو تین دن وہاں ٹھیرنے کا حکم دیا

جب چمن افروز نے اس کو اس ٹھاٹھ سے دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور سب سے پہلے اس نے شہباز کو تاج کا شہر ملنے کی مبارک باد دی + اور حسب وعدہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گلفشں کی اس کے ساتھ شادی کر دی +

شہباز یہاں سے رانی پیاری خوبصورت دلہن لیکر پھر اپنے مع لاؤ لشکر کے اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور دو مہینے کے عرصے میں اپنے جنم بھوم اپنے والد کے ملک اندلس میں آ پہنچا +

شاہ اندلس اپنے بیٹے کو اس عظیم الشان جلوس اور ٹھاٹھ کے ساتھ دیکھکر حیران رہ گیا

Taj Tahir Foundation

اور اپنی آنکھیں ملکر دل میں کہا کہ کہیں یہ نظر کا دھوکا تو نہیں ہے؟ یہ شک فوراً دور ہوگیا + جب شہباز سونے کی جگمگاتی رتھ میں سے اُتر آیا تو اپنے ابا جان کے قدموں پر گر پڑا اور خوشی کے مارے اسکے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ "آپ ..... نے ..... ج ..... ج۔جے ..... جس ..... خ ..... خ ..... خدمت کے ..... ان ..... ان ..... انجام۔د ..... د ..... دینے ..... کو اپنے غلام بکو بھیجا تھا ..... وہ ..... میں ..... نے ..... ان ..... ان ..... انجام دے ..... لی + یعنی ..... میں نے ..... تانبے کا شہر تلاش کرلیا +"

باپ نے اپنے قدموں پر سے بیٹے کو اُٹھا کر گلے سے لگایا۔ اور بہت پیار کرکے اسکو دعائیں دیں اور بہت خوش ہوا + اور دونوں اندر محل میں چلے گئے + شہزادہ شہباز کی ماں اسکی فکر کے غم میں دیوانی سی ہوگئی تھی + اور شہباز کے واپس آنے کی اسکو امید نہ ~~رہی~~ تھی + اب اسکی خوشی و مسرت کا کیا پوچھنا +؟

جب شہباز کے سفر کی تھکان اُتر گئی۔ تو اس نے تانبے کے شہر کا عجیب طرح سے ملنے کا حال اور اس کے اندر کے حیرت میں ڈالنے والے کوائف و حالات اپنے ابا جان کو سنائے۔ جن کو سنکر اس نے بیحد تعجب کیا۔ اور بے انتہا خوش ہوا +

سب سے زیادہ خوشی اسکو اس بات کی ہوئی کہ اسکا "اپنا بیٹا" یعنی شہباز نہایت اچھا اور نیک لڑکا بن گیا ہے اور جو بری باتیں و خصلتیں اس میں پہلے موجود تھیں۔ اب اسکی فطرت میں ان کا مطلق وجود نہیں رہا +

اب شاہ اندلس مع شہباز اور اسکے لاؤ لشکر کے تانبے کے شہر کی سیر کو روانہ ہوگیا + اور کئی مہینے کی مسافت کرنے کے بعد وہ وہاں جا پہنچا +

جب وہ تانبے کے شہر کے اندر داخل ہوا تو اسکو دیکھکر وہ مبہوت ہوگیا اور سونے کے محل کو دیکھکر تو اس نے دل میں خیال کیا کہ "میں شاید اسکو خواب میں دیکھ رہا ہوں +

سب سے پہلے شہباز نے وہ ہیروں کا تاج منگواکر اپنے ابا جان کو دکھایا۔ جس کو دیکھکر اس کی آنکھیں پچ گئیں +

شاہ اندلس وہاں دو تین مہینے رہے اور اس تانبے کے شہر کی خوب جی بھر کے سیر کی اور لطف

Taj Tahir Foundation

اُٹھایا ۔ جب خوب دل سیر ہوگیا ۔ تو پھر وہاں سے ہنسی خوشی اپنے ملک میں واپس آگئے ۔

شہباز بادشاہوں کی طرح اچھی طرح حکومت کرنے لگا ۔

شہباز نے اپنے پرانے دوست فریدوں صاحب کو بُلایا ۔ اُس نے شہباز کو دوستانہ طریقہ سے اس کی اس حرکت پر بہت بُرا کہا کہ "وہ اسکے محل سے رات کے وقت بغیر علم اور بغیر اطلاع کئے واپس چلا آیا تھا ۔"

فریدوں شہباز کے پاس کئی مہینے رہا ۔ پھر اپنے ملک واپس چلا گیا ۔ جب شاہ افغانستان کا انتقال ہوگیا تو اُن کا تمام ملک فریدوں کے قبضہ میں آگیا اور اپنے ملک مصر اور افغانستان پر بڑے عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا ۔

بعد یہاں تانبے کے شہر میں شہباز حکومت کرنے اور اپنی بیوی گلشن کے ساتھ بڑے عیش و آرام سے ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا ۔

کہانی چوتھی ختم ہوئی

الراقم السید الرضا احمد الجعفری

پنجہ اسٹریٹ

آگرہ

۱۶ فروری ۱۹۲۶ء

منگل

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation